رسول اللہ کے یومیہ معمولات

رسول اللہ کی حیات مبارکہ کے ایک دن کا مکمل پروگرام

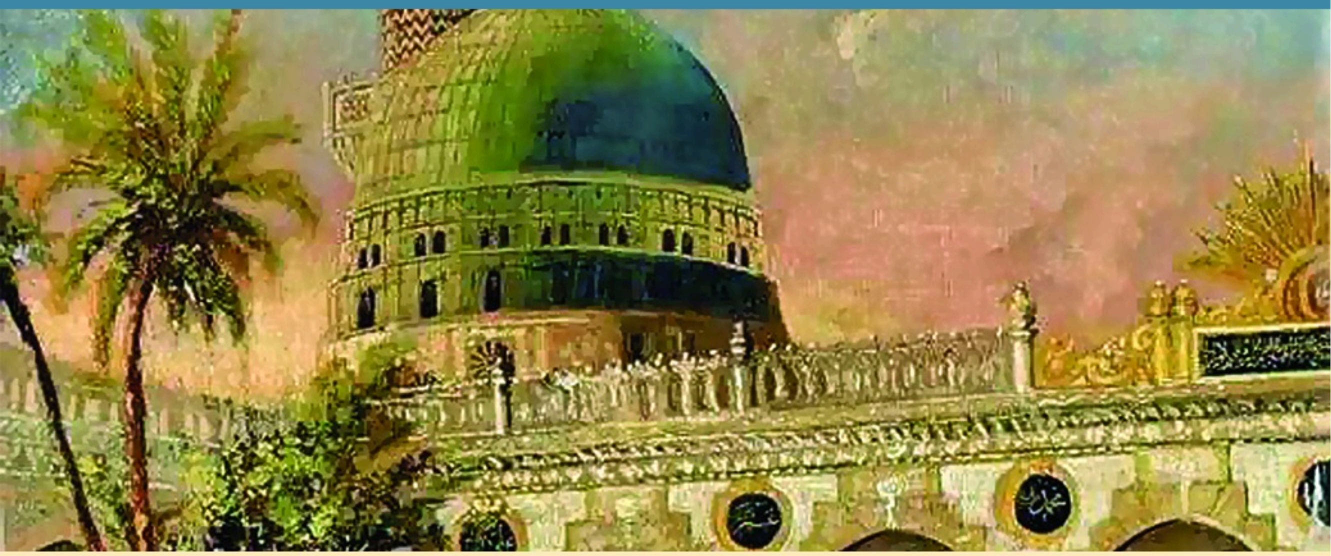

عبدالوہاب بن ناصر الطریری

وسم
للمعرفة و الثقافة

انتساب

اس شخص کے نام جس کی، خوشبو کے جھونکے اور روشنی کی کرنوں جیسی،زندگی کو میں اپنی زندگی سے تعبیر کرتاہوں۔

اس کے نام جو میری دنیا سے رخصت ہوگیا اور میرے دل کے نہاں خانوں اور میری آنکھوں کے گوشوں میں آ بسا۔

اس کے نام جس نے اس کام کا خیال میرے دل میں ڈالا اور آغاز سفر سے میری رہنمائی کی۔

میرے بھائی عبدالعزیز بن محمد الماجد رحمہ اللہ کے نام

ان کے بیٹے: اسامہ کے نام

ان کی بیٹیوں:امل،سارہ اور عفاف کے نام

انھی کی زندگیوں میں میرے بھائی کی زندگی پنہاں ہے

اور انھی کی سانسوں میں اس کے سانس چل رہے ہیں۔

یا رب!دنیا میں ہمارا میل بڑا مختصر تھا۔ خدایا! ہماری اخروی زندگی میں ہمارے لیے بہترین ٹھکانہ بنا دے اور ہماری زندگیوں کو جاودانی عطا کر، اور اپنے فضل سے ہمیں ہمیشگی کے

گھر میں اتار جہاں ہم بھائی بھائی بنے مسندوں پر اک دوجے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔

اظہار تشکر

اس کتاب کے آغاز میں، میں اپنے چند احباب کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں: شیخ عبداللہ بن شیخ محفوظ بن بیہ، شیخ ڈاکٹر عبدالوہاب بن ابراہیم ابو سلیمان، ڈاکٹر احمد البراء الامیری،ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الغزامی، ڈاکٹر سعد بن عطیہ الغامدی، ڈاکٹر عبداللہ بن ناصر الصبیح،ڈاکٹر احمد بن محمد الصقر،ڈاکٹر سامی بن عبدالعزیز االماجد، ڈاکٹر عبداللہ بن حمد السکاکر،ڈاکٹرخالد بن فہد البہلال، پروفیسر جمیل محمد علی فارسی، پروفیسر صالح بن حمود الفوزان، پروفیسر یاسر بن بدر الحزیمی،الشیخ محمود شعبان عبدالمقصود کہ جب اس کتا ب کا پہلامسودہ ان حضرات کی نظر سے گزرا تو انہوں نے نہ صرف میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی کی بلکہ اس میں موجودا غلاط کی جانب توجہ بھی دلائی، جس کی روشنی میں، میں نے کتاب میں تصحیح و ترمیم بھی کی اور حذف و اضافے بھی، اور یوں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ بلا شبہ یہ حضرات اس کتاب کی تیاری میں برابر کے حصہ دار ہیں جو اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر یہ اور ان کے لیے نیک تمنائیں!!!۔

پیش لفظ

بے آب و گیاہ صحرا کے بیچوں بیچ ایک شاداب شہر تھا۔۔۔۔۔۔ تروتازہ دلوں کا شہر۔۔۔۔۔۔۔ جہاں ان کا دل سکونت پذیر تھا اور ان کی آنکھیں اس پرجمی رہتی تھیں، یہ جا ان کی جا تھی اور یہ شہر ان کا شہر تھا، یہاں کے باسی ان کے اپنے تھے، انھوں نے مدینہ میں قدم رنجہ فرمائے تو ہر شے روشن ہو گئی۔ کیا انسان اور کیا حیوان،کیا نباتات اورکیا جمادات سب ان کی محبت میں گرفتار ہوگئے۔ اس احد پہاڑ ہی کو دیکھ لیجیے کیسے وہ ان پر فدا تھا اور وہ اپنی محبت اس پر نچھاور کیا کرتے تھے

یہ گلی کوچے آپ کے قدموں کی چاپ کو خوب پہچانتے تھے، یہ مسجد اور اس کے ایک جانب بنے چھوٹے چھوٹے حجرے بھی آپ سے خوب واقف تھے، یہاں کے باوفا لوگ دیوانہ وار آپ کے گرد چکر کاٹتے اور آپ کو گھیرے رکھتے تھے۔ وہ آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ ان سے۔ آپ (تمام وقت)انھی کے ساتھ لگے رہتے اور پھر الگ ہو کر اکیلے میں اللہ سے راز و نیاز کرنے لگ جاتے۔

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یومیہ مطالعے میں ہم رسول اللہ کے پورے دن کے لمحہ بہ لمحہ سفر میں اس طرح آگے بڑھیں گے گویا سادگی، بے ساختگی اورضروریات زندگی کی تکمیل اور روزمرہ امورکی موثر انجام دہی کے مابین توازن سے بھر پور اس عظیم زندگی کے ہر لحظہ میں ہم انؐ کے ساتھ ہوں۔

دن بھر کے ان اوقات کا جائزہ آپ کے سامنےرسول اللہ کی ولولہ انگیز اور بھرپور زندگی کی ایسی تصویر کھینچ دے گا جس سے معلوم ہو گا کہ آپ کی زندگی کا کوئی بھی لمحہ الل ٹپ اور مقصد سے خالی نہ تھا۔

چنانچہ آپ نے اپنی زندگی کے تمام لمحات اور ہر ہر کام کو بامعنی بنا دیا، چاہے وہ وقت گھر پر گزر رہا ہو یا مسجد میں، مدینہ کی گلیوں میں چلتے ہوئےیا اپنے ساتھیوں کے گھر میں حاضری دیتے ہوئے، اپنی چٹائی پر بیٹھے ہوں یا کھانے کے دسترخوان پر یا پھر سونے کے لیے بستر پر لیٹے ہوں۔

ان کے اردگرد رہنے والوں کی نظریں بڑی باریک بینی سے آپ کی ہر نقل وحرکت کو نوٹ کرتی رہتیں،یہاں تک کہ تاریکی بھی ان لوگوں کی نظروں سے، جن کے دل اپنے نبی کی محبت سے دھڑکتے تھے، آپ کے معاملات کواوجھل کرنے سے قاصر تھی۔ وہ یہ تک جان لینے کی خواہش رکھتے تھے کہ آپ نے رات کی گھڑیاں کیسے بسر کیں۔ اس زمانے میں دیواریں بھی اتنی اونچی نہ ہوا کرتی تھیں کہ آپ کی خالص گھریلو زندگی ان کی نظروں سے بالکل ہی اوجھل رہے۔ سو ان کے دل اور ان کی آنکھیں آپ کے بستر پر پہنچنے، گھری نیند میں ڈوب جانے اور دوبارہ بیدار ہونے تک آپ کے تعاقب میں لگی رہتیں۔

ان کا دن عام انسان کے دن کی طرح صبح سے شروع ہو کر شام پر ختم نہیں ہو جاتا تھا بلکہ اس میں سرانجام دی جانے والی جاندار سرگرمیاں "ہر آن نئی شان " کی تصویر پیش کرتی تھیں۔ آپ ہر گھڑی اور ہر موقع سے فائدہ اٹھانے والے مرد دانا تھے اور ایک نبی و رسول ہونے کے ناطے اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھے کہ ہر منٹ، ہر لمحہ اور ہر دن کی اپنی قدر و قیمت ہے اور زندگی کی سرحدوں پر موت اپنے خیمے گاڑ ے ہوئےہے۔

ان صفحات میں ہم صبح و شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہیں گے، ان کے ساتھ مدینہ کے بازاروں میں چلیں پھریں گے،ان کے ساتھ کھائیں پییں گے، بطور استاد ان کی میٹھی آواز سنیں گے اور نماز پڑھتے ہوئے ان کی پرسوز تلاوت سماعت فرمائیں گے، ان کے ساتھ اسی سادہ چٹائی پر بیٹھیں گے جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے اور ان کے اس تھوڑے سے کھانے میں سےہم بھی کھائیں گے جسے وہ ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔

اس کتاب کے مطالعے کے دوران آپ ا ن کے اس گھر میں داخل ہو کر انھیں ہو بہو ویسے ہی دیکھ سکیں گے جیسا کہ ان کے اصحاب نے ان کے متعلق بتایا ہے۔ اور آپ کے لیے یہ بھی ممکن ہو گا کہ گاہے ان کو پرسکون سوتے ہوئے دیکھ سکیں اور گاہے زندگی سے بھرپور کسی مجلس میں تشریف فرما، بلکہ ممکن ہے آپ کو انؐ کے وجود سے پھوٹتی برکت اور محبت کی گرمی سے محظوظ ہوتا کوئی شیرخوا ر ان کی گود میں لیٹا ا ورکوئی ننھابچہ ان کی کمر پر لدا ہوا بھی دکھائی دے دے۔

الغرض ہم دیکھیں گے کہ یہ نبی مہرباں اور عظیم انسان اپنی فطری بشری ضروریات اور رسالت کی ذمہ داریوں سے کس طرح بیک وقت نبردآزما رہتا تھا۔ کیسے وہ اپنے یومیہ معاملات بطریق احسن نمٹاتا اور ان لمحات کو کن امور میں صرف کیا کرتا تھا۔؟!!

یہ ایک نبی، ایک رسول،ایک انسان، ایک ذمہ دار شہری،ایک والد، ایک شوہراورایک دوست کے دن کا نظام الاوقات ہے۔ " رسول اللہ کے شب و روز / رسول اللہ کے یومیہ معمولات "۔ لیجیے! کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

عبدالوہاب بن ناصر الطریری

مکہ مکرمہ

تجلیاتِ فجر

رات کا اندھیرا فجر کی کرنوں سے چھٹ رہا ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان مدینہ کی خاموش فضا کو چیر رہی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رات کے طویل قیام کے بعد جسم مبارک کو کچھ آرام دینے کے لیے سو رہے ہیں۔

جونہی بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی،بیداری کے بعد آپ سب سے پہلے مسواک کیا کرتےتھےپھریہ دعا پڑھتے: الحمدللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں موت کے بعد پھر سے زندہ کیا اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کرجانا ہے۔

اس کے بعد آپ مؤذن کے جواب میں وہی الفاظ دہراتے جاتے جو وہ ادا کرتا۔۔ سو جب وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتاآپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ اکبراللہ اکبر کہتے، جب وہ اشھد ان لا الہ الا اللہ کہتا آپ بھی اشھد ان لا الہ الا اللہ دہراتے، جب وہ اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتا آپ بھی فرماتے " وانا اشھد ان محمدا رسول اللہ۔" جب وہ حی الصلاۃ کہتا تو آپ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتے،اورجب حی علی الفلاح کہتا آپ لا حول و لا قوة الا بالله فرماتے۔ پھر وہ اللہ اکبراللہ اکبر کہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ اکبراللہ اکبر کہتے۔ اور جب وہ لا الہ الااللہ پکارتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے پیچھےلا الہ الا اللہ پکارتے۔

پھر آپ فرماتے"اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ، والصلاۃ القائمۃ، آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ، وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتۃ"۔ خدایا! اس کامل اعلان اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والی نماز کے مالک،محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ عطا فرما اور ان کی فضیلت میں اضافہ فرما اور ان کو اس مقام محمود پر پہنچا دےجس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

پھر آپ اٹھ کھڑے ہوتےاگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضوکر لیتے۔

کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ بغیر وضو نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور یاددلانے پر جواب دیا:" میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا"۔

پھرفجر کی دورکعتیں ادا فرماتے۔ آپ نوافل کی ادا کرنے میں کبھی اتنی تیزی اور جلدی نہیں دکھاتے تھے جتنی ان دو رکعتوں کی ادائی میں۔

ان کو ادا کرتے ہوئے مختصر تلاوت اور اس قدر تخفیف فرماتے کہ سامعین کو شک ہونے لگتا آیا آپ نے سورہ فاتحہ کی تلاوت فرمائی بھی ہے یا نہیں۔

پہلی رکعت میں آپ سورہ فاتحہ کے بعد (قل یایھا الکافرون) کی تلاوت کرتے اور دوسری میں (قل ھو اللہ احد) کی۔

کبھی پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 36 تلاوت فرماتے،فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

اخرکار شیطان نے ان دونوں اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھیں ایک خاص وقت تک زمین پر تھہرنا ا ورہیں گزربسر کرنا ہے۔

اور دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 64 کی۔قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِه شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

کہو اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنا لے،، اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم ہیں۔

بعض اوقات سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 52-53 بھی تلاوت فرمائی۔فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

جب عیسٰی نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا " کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتاہے؟ حواریو ں نے جواب دیا: ہم اللہ کے مدد گار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور گواہ رہو کہ ہم مسلم(فرمانبردار) ہیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰاهِدِيْنَ

ٰ ے ہمارے رب! جو فرمان تو نے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نوافل میں سب سے زیادہ اہمیت فجر کی ان دورکعتوں کی تھی۔آپ علیہ السلام فرمایا کرتے: یہ دو رکعتیں مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

فجر کی رکعتوں سے فراغت کے بعد اگر زوجہ محترمہ جاگ رہی ہوتیں تو ان سے ہلکی پھلکی گفتگوفرماتے،ان زوجہ کی خوش قسمتی کے کیا کہنے! جن کے دن کا آغاز ان کے شوہر کی

جانب سے پیار و محبت کے کلمات سے ہوتا ہو گا۔ لیکن اگر وہ سورہی ہوتیں تو آپ ان کے دائیں جانب لیٹ جاتے یہاں تک کہ نمازفجر کا وقت ہوجاتا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ لوگ مسجد میں اکٹھے ہو گئے ہیں تو وہ رسول اللہ کے پاس آ کر آواز لگاتے "یارسول اللہ! نماز کا وقت ہوگیا ہے۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کےلیے تشریف لے جاتے،آپ جب گھر سے نکلتے تو اپنا رخ آسمان کی طرف کرتے اور فرماتے:«بسم الله،توكلت على الله،اللهمّ إني أعوذُبك َانْ أضلّ أوأُضَلَّ،أوأَزِلّ أو أُزَلَّ،أوأَظْلِمَ أَو أُظْلَمَ،أوأَجْهَل أويُجْهَلَ عَلّی)»شروع اللہ کے نام سے،میں نے اللہ پر توکل کیا،اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتاہوں اس سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیاجاؤں،میں خودپھسلوں یا پھسلایا جاؤں،میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے،میں ناواقف رہوں یا مجھے ناواقف رکھا جائے۔)

پھرجب مسجد میں داخل ہوتے تو یوں کہتے:«بسم الله،والصلاةُوالسلامُ على رسول الله،اللهمّ اغفرْ لي ذنوبي،وافتحْ لي أبواب رحمتك،أعوذبالله العظيم،وبوجهه الكريم،وبسلطانه القديم،من الشيطان الرَّجِيم"۔(شروع اللہ کے نام سے،درود وسلام ہو اللہ کے رسول پر، اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما،اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے،میں عظمت والے،کریم ذات والے،اور قدیم بادشاہی والے رب کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود کے شر سے)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں داخل ہوتےدیکھتے تو اقامت کہنے لگتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی صفیں بناکر کھڑے ہو جاتے۔

کبھی یوں بھی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتےاورسر سے غسل کےپانی کے قطرے گر رہے ہوتے، کبھی آپ علیہ السلام تشریف لاتےتو صفیں بن چکی ہوتیں، اپ بھی اپنے مصلے پر تشریف فرما ہو جاتے توآپ کو یاد آتاکہ آپ نے غسل جنابت نہیں کیا چنانچہ آپ ہاتھ

کے اشارے سے صحابہ کو ہدایت کرتےکہ اپنی جگہوں پرکھڑے رہو پھر گھرتشریف لاتے اور غسل کرکے واپس تشریف لاتے اس طرح کہ آپ کے بالو ں سے پانی ٹپک رہا ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امور صحابہ کرام سے نہیں چھپاتے تھے نہ اس میں کوئی شرم محسوس کرتے، آپ انسانوں کی طرح ایک انسان تھےجن کی زندگی سے لوگ اپنی زندگیوں کے لیے ہدایت حاصل کیاکرتے تھے۔اللہ تعالی نے سورۃ الانعام آیت نمبر 9 میں اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایاہے۔وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ

اور اگر ہم کسی فرشتہ کو اتارتے تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے اور اسی طرح انھیں اسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اب یہ مبتلا ہیں۔

جب آپ مصلے پرکھڑے ہوجاتےتوصف سیدھی رکھتے اورصحابہ کو بھی صفیں سیدھی کرنے کی ہدایت فرماتے: "اپنی صفیں درست کرلو اور باہم جڑ جاؤ کیونکہ صفوں کی درستی تکمیل نماز میں سے ہے۔

پھر تکبیر تحریمہ ادا فرماتے۔اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک بلند فرماتے، اس کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ لیتےاور خاموشی کا اتنا وقفہ دیتے جس کے دوران درج ذیل کلمات ادا کیے جا سکیں۔اللھمّ باعدبيني وبين خطاياي،كما باعدتَ بين المشرق والمغرب،اللهمَّ نقِّني من خطاياي،كمايُنقَّى الثوب ُالأبيضُ من الدَّنَسِ،اللهمِّ اغسلني من خطاياي بالثلجِ والماءِوالبرد"۔اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری کر جیسےتو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری رکھی ہے،اے اللہ مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک کیا جاتا ہے،یا اللہ مجھ سے میرے گناہ برف،ٹھنڈے پانی اور اولوں کے ذریعے دھو ڈال۔

پھر بلند آواز سے سورہ فاتحہ تلاوت فرماتےاور ٹھہر ٹھہر کر طویل قرات فرماتےایک ایک آیت الگ الگ تلاوت کرتے جیسے (الحمد للہ رب العلمین) پڑھتے پھر رک جاتے اور (الرحمن الرحیم) پڑھتے پھر ٹھہرتے اور اگلی آیت۔ الفاظ کو کھینچ کر ادا کرتے (الرحمن) کو لمبا کرتے اور پھر(الرحیم) کو بھی کھینچتے۔ پہلی رکعت میں لمبی قرات کرتے اور دوسری میں اسے مختصرکر دیتے۔ آپ کی تلاوت صحیح معنوں میں " قرآن الفجر" کا مصداق ہوتی۔ نماز میں آپ کی قرات لگ بھگ ساٹھ سے سو آیات تک کے درمیان رہتی۔

(و قران الفجر. أن قران الفجر کان مشھودا)

اگر جمعہ کا دن ہوتا تو پہلی رکعت میں (الم۔۔ تنزیل۔۔۔۔۔۔۔سورۃ السجدۃ)تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں (ھل اتی علی الانسان۔۔۔ سورۃ الانسان)

۔ مسلمانوں پر کسی افتاد اور مصیبت کے وقت دوسری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے،ان کے لیے دعا مانگتے۔ اور نصرت و راحت طلب کرتے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس منظر اور اس تلاوت کی منظر کشی یوںکرتے ہیں:

"و فینارسول الله یتلو کتابه

اذا انشق معروف من الفجر ساطع"

(ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جو ہمیں کتاب اللہ کی آیات اس وقت سناتے ہیں جب فجرطلوع ہو رہی ہوتی ہے۔)

جب نماز مکمل فرماکرسلام پھیرلیتےتواپنی جگہ پر قبلہ رخ بیٹھے ہوئے یہ پڑھتے:"استغفراللہ، استغفراللہ، استغفراللہ،اللھم انت السلام، ومنک السلام، تبارکت یا ذاالجلال

والاکرام۔

(میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں،میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں،میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ خدایا! تو ہی کل سلامتی ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے بڑا بابرکت ہے تو اے خدائے بزرگ و برتر۔)

پھرآپ کبھی دائیں جانب مڑتےاور کبھی بائیں جانب اور جب آپ اپنا رخ صحابہ کی جانب کر لیتے تو سب سے پہلی بات جو آپکے لبوں سے نکل کر ان کی سماعتوں سے ٹکراتی وہ یہ دعا تھی:

عربی متن

(خدایا! اس دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھیو جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ اٹھائے گا)

پھر فرماتے:"لاإله إلاالله،وحده لاشريك له،له الملك،وله الحمد،وهوعلى كل شيءقدير،لاحول ولاقوةإلابالله،لاإله إلاالله،ولانعبدُإلاإيّاه،له النعمةُ،ولهالفضلُ،وله الثناءُالحسنُ،لاإله إلاالله،مخلصين له الدينَ،ولوكره الكافرونَ،اللهمّ لامانع لماأعطيتَ،ولامُعْطِيَ لمامنعتَ،ولاينفعُ ذاالجَدِّمنک الجَدُّ۔

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں،اسی کی بادشاہی اور اسی کی تعریف ہے،اور وہ ہر چیز پر قادر ہے،نیکی کرنے کی توفیق اور گناہ سے بچنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں،تمام نعمتیں اور فضل اسی کے لیے ہے،وہی عمدہ ثناء کا حقدار ہے،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،ہم اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں،چاہےیہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو،اے

اللہ جو آپ دینا چاہیں اسے کوئی روک نہیں سکتا،اورجسے آپ روک دیں اسے کوئی دے نہیں سکتا،اور مالدار کی مالداری تیرے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتی۔

اس کے بعد آپ اللہ تعالی کی پاکی بیان فرماتے،اس کی حمد و ثنا کرتے اور تکبیر پڑھتے۔

پھر آپ وہ جامع دعائیں دہراتے جن سے آپ روزانہ اپنی صبح کا آغاز کیا کرتے تھے:

أصبحناوأصبحَ المُلكُ لله،والحمدُلله،ولاإلهَ إلاالله،وحدَهُ لاشريكَ له،لهُ المُلكُ،وله الحمدُ،وهوعلى كلِّ شيءٍقديرٌ،اللهمَّ إأسأَلُك من خيرِهذااليوم،وخيرِمافيه،وخيرِمابعدَه،وأعوذُبك من شرِّمافي هذااليوم،وشرِّمابعدَه،ربِّ أعوذُبك من الكَسَلِ،وسوءِالكِبَر،رب ربِّ أعوذُبكَ من عَذابٍ في النَّارِ،وعذابٍ في القَبرِ ». وإذاأمسى قالهاأيضًا: «أمسيناوأمسى المُلك لله...(ہم نے صبح کی اور اللہ کی بادشاہت کو دوام رہا۔تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اسی کی ہے اور ہر قسم کی حمد بھی اسی کے لیے ہے اوروہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس دن کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی اورجو اس کے بعد ہے اس کی بھی۔ اور اس دن کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی جو اس کے بعد ہے۔ اے رب! میں سستی سے اور بڑھاپے کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے رب! میں جہنم اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔) اور شام کے وقت بھی یوں ہی دعا کرتے--- (ہم نے شام کی اور اللہ کی بادشاہت کو دوام حاصل رہا---------)

پھر یہ دعا پڑھتے:

اللهمِّ إأسألُكَ العافيةَفي الدُّنياوالآخرة،اللهمِّ إأسألُك العفوَوالعافيةَفي ديني ودُنْيايَ،وأهلي ومالي،اللهمِّ استُرْعَوْراتي،وآمِن رَوْعاتي،اللهمِّ احفَظْني من بين يدَيِّ ومن خَلْفي،وعن يميني،وعن شمالي،ومن فَوْقي،وأَعوذُبعَظَمتِكَ أَنْ أُغْتالَ من تَحْتي۔

(اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین،دنیا، اہل و عیال اور مال سے متعلق معافی اور عافیت کا طلبگار ہوں۔ یا اللہ! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور مجھے دہشت زدہ کرنے والی اشیاء سے امن عنایت فرما۔ میں تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سےسے کہ مجھے نیچے سے اچک لیا جائے)

آپ علیہ السلام یہ دعا صبح وشام کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

اللهمّ عافِنِي في بَدَني،اللهمّ عافِنِي في سَمعي،اللهمّ عافِنِي في بصَري،لاإلهَ إلا أنتَ،اللهمّ إِني أعوذُبك منَ الكفرِوالفقر،اللهمّ إني أعُوذُبك من عذاب القبر،لاإلهَ إلاأنتَ۔

(اے اللہ! تو میرے جسم کو عافیت نصیب کر۔اے اللہ! تو میری سماعت کو عافیت عطا فرما۔ ا ے اللہ! میری نگاہوں کو عافیت سے نواز دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سے اللہ! میں کفر و محتاجی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ خدایا! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔تیرے سوا کوئی معبود نہیں)

یہ دعا بھی صبح وشام تین مرتبہ پڑھا کرتے۔

اس دوران مدینہ کےملازم پیشہ لوگ اپنے ہاتھوں میں پانی سے بھرے برتن لیے آتے اور رسول اللہ کے دست مبارک کو تبرک کے لیے اس پانی میں ڈلواتے۔ لوگ آتے ان کے پاس پانی سے بھرے ہوئے برتن ہوتے، آپ علیہ السلام کے سامنے کوئی بھی برتن آتا آپ اس میں اپنا ہاتھ ضرورڈالتے، یہاں تک کہ بسا اوقات شدید سردی میں بھی وہ لوگ برتن لیے آجاتے تب بھی آپ اس میں اپنا دست مبارک ڈالنے سے گریز نہ کرتے۔

فجر کا یہ منظرکیسا پر مسرت ہے! نبی کریم نور نبوت سے منور چہرے کے ساتھ رونق افروز ہیں آپ کے سامنے بچپنےکی معصومیت اور تقدس لیے ننھی منی ہتھیلیاں پھیلی دھکم پیل

کر رہی ہیں وہ آپ کے دائیں ہاتھ سے برکت اور پاکیزگی کشید کرنا چاہتی ہیں ان کے گھر والوں کی نثار ہوتی آنکھیں اس دلکش منظر پر جمی ہوئی ہیں۔ یوں لگتا ہے گویا ہماری آنکھوں کے سامنے نبی مہربان ان کے برتنوں میں اپنادست مبارک ڈبو رہے ہیں اور ان کے دلوں میں اپنی محبت انڈیل رہے ہیں

بلا شبہ وہی چہرے سرخرو ٹھہرے جواپنے نبی کے رخ روشن کی زیارت سے اپنے تابناک دن کا آغاز کیا کرتے تھے

صبحِ نبوی

نما ز کے بعد صحابہ کرام صفوں سے اٹھ کر قریب قریب آ جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی کے گرد دائرہ سا بنا لیتے۔ رسول اللہ اپنی جگہ پر تشریف فرما رہتے اور آپ کا رخ مبارک صحابہ کی جانب ہوتا۔ اس طرح کہ صبح کی سپیدی میں انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک مزید منور نظر آتا۔ آپ کا چہرہ ایسا روشن اور تابناک دکھائی دیتا گویا سورج اسی میں ڈھل گیا ہو۔ دیکھنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی آپ کے رخ روشن سے دکھائی دے جاتی، جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک اچھی طرح دیکھا تو میں پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا"۔

کبھی آپ اپنی گفتگو کا آغاز کسی نصیحت سے شروع کرتے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے کہ ایک روز نماز فجر کے بعد نبی کریم نے ایسا بلیغ وعظ فرمایا، جس سے ہماری آنکھیں بھر آئیں اور دل کانپ اٹھے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے یہ تک کہہ دیا:" اے اللہ کے رسول! یہ آپ کا آخری وعظ معلوم ہوتا ہے آپ ہم سے کیا وعدہ لینا چاہیے ہیں؟"اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا، امیر کی بات سننے اور اسکی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارا امیرسیاہ حبشی ہی کیوں نہ ہو،پس تم میں سے جو زندہ رہا وہ لوگوں میں بہت سارے اختلافات دیکھے گا، لہذا بدعات سے بچ کے رہنا یہ گمراہی کی شکل ہے اور تم میں سے جو اس زمانے کو پائے وہ میری سنت اور

میرے بعد آنے والے خلفائے راشدین کے طریقوں کو اپنے لیے لازم کر لے اور انہیں مضبوطی سے تھامے رکھے۔ "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں پر وعظ و نصیحت کی بھرمار نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ ہلکی پھلکی بات چیت کرتے اور اس چیز کا خیال رکھتے کہ ان کا دل اُچاٹ نہ ہونے پائے۔

بعض اوقات آپ اپنے ارد گرد جمع صحابہ سے مخاطب ہو کر فرماتے: تم میں اگر کوئی بیمار ہے تو مجھے بتائے تا کہ میں اس کی عیادت کروں۔اگر ان کا جواب نفی میں ہوتا تو فرماتے کیا تم میں کسی کا جنازہ ہے تو بتائے تا کہ میں اس کی اتباع کرسکوں۔ کبھی اپنے ساتھیوں سے کافی عرصہ سے دکھائی نہ دینے والے شخص کی بابت پوچھتے۔جیسا کہ آپ نے صحابہ سے اس سیاہ فام عورت کے متعلق استفسار کیا جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ بتایا گیا کہ وہ فوت ہو گئی ہے آپ نے فرمایا: آپ حضرات نے مجھے خبر کیوں نہ کی؟ ان کے نزدیک گویا یہ عام سا معاملہ تھا سو عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی وفات اور تدفین کا کام رات کے وقت ہوا تھا اس لیے ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس کی قبر تک لے جاوپھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے ,نماز جنازہ پڑھی اور دعا فرمائی۔

اسی طرح جب ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ مسلسل غیر حاضر رہے تو آپ علیہ السلام نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ ثابت بن قیس کو کیا ہوا دکھائی نہیں دے رہے اس پر سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بولے: وہ میرے ہمسائے ہیں مجھےتو ان کی بیماری کی کوئی خبر نہیں۔۔ چنانچہ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے جونہی آپ ان کے گھر میں

داخل ہوئے تو دیکھا کہ انھوں نے دروازہ بند کر رکھا ہے اور اندر سے رونے کی آواز ا رہی ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ جواب دیا: بہت برا۔قران میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

کہ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے پست رکھو۔ سورۃ الحجرات آیت نمبر2یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

'ے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارا کیا کرایا غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

۔ جبکہ میں بلندآہنگ آدمی ہوں، مجھے ڈر ہے کہ اس بنا پر میرے سارے اعمال اکارت ہو جائیں اور میرا ٹھکانہ جہنم ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ ان میں سے نہیں ہیں آپ کی زندگی تو خیر پر بسر ہو رہی ہے اور آپ کی موت بھی خیر پر ہی ہو گی، آپ جنتیوں میں سے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اپنے اصحاب کا خیال رکھا کرتے تھے۔آپ کے خیال اور آپ کی نظر سے کوئی بھی اوجھل نہ رہ پاتا۔ جو آپ کی مجلس میں موجود ہوتا وہ آپ کی شفقت و محبت سے فیضیاب ہوتا اورجو غیر حاضر ہوتا اسے آپ کی توجہ اور عنایت سے حصہ ملتا۔ یوں ہی معاشرے میں سماجی ہم آہنگی کی سوچ تقویت پاتی ہے اور نظریہ اجتماعیت کو جڑیں گہری ہوتی ہیں۔

بسا اوقات فجر کی مجالس میں رسول اللہ اپنے صحابہ سے ان کے خوابوں کے متعلق دریافت فرماتے، ارشاد فرماتے: تم میں سےجس کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو اسے بیان کرے میں

اس کی تعبیر بتاؤں گا، چنانچہ وہ لوگ اپنے خواب بیان کرتے اور آپ ان کی تعبیر ارشاد فرماتے یا پھر اس بابت کچھ اور کہنا ہوتا تو کہتے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی بارے میں ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک خواب دیکھا میں نے دیکھا کہ میں کسی باغ میں ہوں۔

(پھر انھوں نے اس کی ہریالی اور وسعت کا تذکرہ کیا)اس کے وسط میں لوہے کے بڑے ستون ہیں،جو زمین سے شروع ہوتے ہیں اور آسمان تک بلند ہیں،اس کی اونچائی میں ایک رسی ہے۔ مجھے کہا جاتا ہے کہ اس پر چڑھو، میں کہتا ہوں میں نہیں چڑھ پاؤں گا پھر ایک خادم آتا ہے اور میرے کپڑوں کو پچھلی جانب سے پکڑکر مجھے اٹھاتا ہے تو میں اس پر چڑھنا شروع کر دیتا ہوں یہاں تک کہ رسے کوجا لیتا ہوں، مجھے کہا جاتا ہے کہ اسے پکڑ لو، اسی اثناء میں کہ رسا میرے ہاتھ میں ہے میری انکھ کھل جاتی ہے۔میں نے یہ خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ باغ دراصل اسلام ہے، اور وہ ستون اسلام کے ستون ہیں اور وہ رسی، عروۃ الوثقی، یعنی اسلام کی مضبوط رسی ہے، تم اسلام پر ہی قائم رہو گے یہاں تک کہ تمھیں موت آجائے گی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ(جوپہلے ایک یہودی عالم تھے پھر اسلام قبول کر لیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریبا پنتیس سال تک زندہ رہے،فتنہ ارتداد پایا،مرتدین کے خلاف جنگیں دیکھیں، جنگ کی مگر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے اسلام پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ وفات ہوگئی، بعینہ اسی کیفیت میں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے پیشنگوئی کی تھی۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ خواب کی تعبیر اس امر کی جانب اشارہ تھا کہ فتنہ ارتداد وقوع پذیر ہو گا جس میں لوگوں کی بڑی تعداد مرتد ہو جائے گی مگر عبداللہ بن سلام ان میں سے نہیں ہوں گےاور ایسا ہی ہوا۔

نیز یہ واقعی رسول اللہ کی نبوت کی سچائی پر بھی روشن دلیل ہے

اسی طرح ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتو بیان کرے میں اس کی تعبیر بتاؤں گا۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔: یا رسول اللہ! میں نے رات خواب میں دیکھا کہ بادلوں کی ایک ٹکڑی شہد اور گھی ٹپکا رہی ہے، لوگ اپنے ہاتھ بھر بھر کر اسے لیتے جا رہے ہیں، کیا امیر اور کیاغریب سبھی اس میں شامل ہیں، پھر میں نے آسمان سے زمین تک آتی ایک رسی دیکھی،پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اسے تھامے ہوئے بلند ہو رہے ہیں آپ کے بعد ایک اور شخص نے اسےپکڑلیااوراوپر چڑھنے لگا، اس کے بعد ایک اور آدمی نے اسے تھاما اور اوپر چڑھ گیا پھر ایک اور شخص نے اسے پکڑا تو وہ چھوٹ گئی پھر وہ دوبارہ اس تک پہنچا اور اوپر چڑھ گیا

اس پر سیدنا ابوبکر بولے:یا یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، مجھے اجازت دیجیے کہ اس کی تعبیر بیان کروں۔ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا: بیان کیجیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: "جہاں تک بادل کا تعلق ہے تو وہ اسلام ہے اور جو گھی اور شہد ٹپک رہا ہے وہ قرآن ہے،جو لوگ اسے ہاتھوں میں بھر بھر کر لیتے جا رہے ہیں وہ قرآن کی زیادہ اور کم تلاوت کرنے والے ہیں،اور جو رسی آسمان سے زمین کی طرف آ رہی ہےوہ وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اسے پکڑے رکھیں گے تو اللہ تعالی اس کے ذریعے آپ کو بلندیاں عطا کرے گا، پھر آپ کے بعد کوئی اور شخص اسے پکڑے گا، وہ چڑھے گا، کے بعد کوئی اور شخص پکڑے گا اوروہ بھی اس کے ذریعے بلندی پائے گا، اس کے بعد کوئی اور آدمی اسے پکڑے گا اور وہ

بھی رفعت پائے گا اس کے بعد کوئی شخص اسے پکڑے گا تو وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گی پھر وہ دوبارہ اس تک پہنچے گا اوراس کے ذریعے بلندی پر متمکن ہو گا۔ یا رسول اللہ! اب آپ بتائیے میں ٹھیک پہنچا یا نہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: آپ کی کچھ باتیں درست ہیں اور کچھ غلط۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: بخدا یا رسول اللہ!جہاں مجھ سے چوک ہوئی وہ تو آپ کو ضرور ہی بتانا ہو گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم مت کھاؤ۔

غور کیجیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے جو خواب رسول اللہ کے سامنے بیان فرماتے تھے وہ ان کی اسی ترجیح اولین اورمقصود و منتہا سے پھوٹتے تھے جو ان کی زندگیوں کا محور و مرکز تھا یعنی ان کا دین اور ان کا نبی۔ بیداری کی حالت میں بھی ان کی زندگیاں اسی راستے میں جہد و سعی کرتے گزرتی تھیں اور سوتے میں بھی وہ اسی کے خواب دیکھتے تھے۔۔

بخدا! یہ آخر کون لوگ تھے! جن کی زندگیاں رسول اللہ کےگرد گھومتی تھیں بیداری سے خواب تک ان کی دوڑ دھوپ کا محور وہی ہوا کرتےتے تھے۔!!!!

بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنا خواب بیان فرماتے، پھر اس کی تعبیربھی بیان کرتے۔جیسا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ملتاہے کہایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھاہے؟ہم نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن میں نے دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے انہوں نے مجھے میرے ہاتھ سے پکڑا اورارض مقدس کی طرف لے گئے، پھراس خواب کی بابت حضرت سمرہ نے طویل حدیث ذکر کی،جس میں بعض سزایافتہ لوگوں کے احوال

بھی بتائے اور ان کی تعذیب کے بارے میں بھی بتایا، اسی طرح آخرت کے کچھ احوال بھی ذکرکیے۔

اس مجلس میں صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر گفتگو کیا کرتے تھے پیارے نبی ان کے ساتھ بات چیت میں بھی حصہ لیتے اور ان کی باتیں بھی توجہ سے سنتے۔ کبھی یہ لوگ اپنے زمانہ جاہلیت کے واقعات سناتے اوراس زمانے کی حماقتوں کو یاد کرتے جن کا بودا پن ان پر اسلام کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد کھلا تھا۔ایسی باتیں یاد کر کے وہ اپنی جہالت پر ہنس پڑتے تھےنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکراتے، آپ علیہ السلام کا تبسم ہی آپ کا ہنسنا ہوتا تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مجلس میں تشریف فرمارہتے یہاں تک کہ سورج کی کرنیں پھوٹ پڑتیں۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلتے اور ازواج مطہرات کے حجروں کی جانب تشریف لے جاتے، مسجد سے نکلتے ہوئے یوںفرماتے: بسم الله،والصلاةُوالسلامُ علی رسول الله،اللهمَّ اغفرْلي ذنوبي،وافتحْ لي أبواب فضلك۔(شروع اللہ کے نام سے،درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر،اے اللہ!میرے گناہوں کو معاف فرما،اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔)

اپنے گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک کرتے،دہن مبارک کومسواک سے پاکیزہ کرتے اپنے گھر والوں کویوں سلام کرتے: السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو)پھر فرماتے: 'اے میرے اہل خانہ! کیسے ہو؟

اس کے بعد باری باری تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے،انہیں سلام کرتے اور ان کےلیے دعا فرماتے لیکن کسی کے ہاں بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرتے۔کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اپ کسی زوجہ کے گھر تشریف لاتے اور وہ جائے نماز پر بیٹھی اذکار میں مشغول ہوتیں اور وہ اسی حالت میں ہوتیں کہ آپ واپس بھی لوٹ جاتے۔ جیسا کہ ایک بارحضرت جویریہ رضی اللہ

عنہا نماز میں مشغول تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائےوہ ابھی نماز میں ہی تھیں کہ آپ علیہ السلام واپس بھی تشریف لےگئےاوروہ ہنوز حالت ذکر میں تھیں۔

کبھی کسی بیوی سے کھانے کے بارے میں بھی پوچھ لیتے،فرماتے: کیا آپ کے ہاں کھانے کو کچھ ہے؟اگر ان کےپاس کچھ ہوتاتوپیش کردیا جاتا۔عموما یہ کوئی ہلکی پھلکی شے ہوتی مثلا کھجور،کھجور اور گھی کی پنی،خشک دودھ کا پیڑا یا کوئی مشروب جیسے دودھ یا نبیذ وغیرہ۔ کبھی آپ کھانے کی بابت پوچھتے تو وہ کہتے: یا رسول اللہ! کچھ موجود نہیں۔۔اس پر آپ علیہ السلام فرمایا کرتے: اچھا! تو پھر میں روزے سے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں

ازواج مطہرات کے حجروں کا چکر لگانے کے بعد آپ واپس تشریف لاتے۔مسجد میں داخل ہوتے ہی " ستون مہاجرین " کے پاس تحیۃ المسجدادا فرماتے، یہ ستون ریاض الجنہ کے عین وسط میں ہے اور آپ اسی کے پاس نماز ادا کیا کرتے تھے۔ پھر آپ ریاض الجنہ ہی میں مسجد کی مشرقی جانب بیٹھ جاتے اس طرح کہ آپ نے حضرت عائشہ کے حجرے سے ٹیک لگا رکھی ہوتی اور آپ کے صحابہ آپ کے ارد گرد جمع ہونا شروع ہو جاتے۔ یہ مجلس طے شدہ ملاقات کے طور پر مقرر تھی

جو شخص بھی اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتاان کے پاس آ جاتا۔ چنانچہ کبھی تو آپ کے گرد صحابہ کا جمگھٹا ہوتا اور کبھی اکا دکا لوگ ہی ہوتے۔ یہ حاضری ان کی مصروفیات اور فراغت کے اعتبار سے مختلف ہوتی۔ سوجس دن ان کی تعداد کم ہوتی اس روز وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حلقہ سا بنا لیتے۔اور جب زیادہ ہوتے تو دو صفوں میں آپ علیہ السلام کے دائیں اور بائیں بیٹھ جاتے۔تاکہ باہر سے آنے والا شخص بآسانی آپ تک رسائی پا سکے اور سائل کواپ کے قریب جانے کا موقع مل سکے۔

جب آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرماہوتے تو ان سے بات چیت کرتے۔ گفت و شنید میں آپ سب سے زیادہ فصیح، سب سے زیادہ شیریں بیان اور سب سے زیادہ بلیغ تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو نہ اتنی تیز رفتار ہوتی اور نہ اتنی آہستہ کہ بے ربط ہو کر رہ جائے بلکہ بالکل واضح اور ٹھہری ٹھہری ہوتی۔ حتی کہ اگر کوئی اسے اپنی انگلیوں پر شمار کرنا

چاہتاتو بآسانی کرسکتا تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم۔لوگوں کی طرح جلدی جلدی بات نہیں کیا کرتےتھے بلکہ آپ علیہ السلام کی گفتگو واضح اور ٹھہراؤ لیے ہوتی تھی، مجلس میں بیٹھا ہوا کوئی بھی شخص اسے بآسانی یاد کرسکتا تھا۔

زیادہ تر یہ گفتگو کسی سوال سے شروع ہوتی پھر باہمی تبادلہ خیال کی صورت اختیار کر لیتی۔البتہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے کوئی استفسار کرتے تا کہ اس موضوع پر باہم سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو۔ جیسا کہ(آپ کا یہ انداز): " کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنااور جھوٹی گواہی دینا۔

کبھی کسی اہم معاملہ کی جانب مکمل توجہ مبذول کروانے کی خاطر بھی سوال کرتے۔ جیسے آپ علیہ السلام کا یہ قول: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: ہمارے ہاں مفلس اس آدمی کو سمجھا جاتا ہے جس کے پاس کوئی روپیہ پیسہ اور سازو سامان نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن نماز،زکوۃ اور روزوں کے ساتھ آئے گاتا ہم اس نے کسی کو گالی دی ہوگی،کسی پر الزام لگایا ہوگا، کسی کا مال نا حق کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا کسی کو مارا ہو گا چنانچہ اس کی کچھ نیکیاں کسی مظلوم کو دے دی جائیں گیاور کچھ کسی دوسرے مظلوم کو۔ اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور اس پر واجب الادا حقوق ابھی باقی رہے تو ان لوگوں کے گناہ لے کر اس کے کھاتے میں ڈال دئیے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ سوال اٹھا کر ان کے ذہنوں کو جواب تلاش کرنے پر اکساتے،جیساکہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجورکے تنے کا اندرونی حصہ

پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے ایک سوال رکھ کر گفتگو کا آغاز کیا۔ فرمایا: مجھے ایسا درخت بتاؤ جو ایک مسلمان سے مشابہت رکھتا ہے، جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور وہ ہر آن اپنا پھل دیتا رہتا ہے۔ اس پر صحابہ مختلف صحرائی درختوں کی بابت سوچنے اور باری باری آپ کے سامنے ان کا نام لینے لگے۔ آپ ہر بار نفی میں جواب دیتے کہ وہ نہیں ہے۔ اس اثنا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت کا ہو گا,وہ اس وقت اپنی عمر کے دسویں سال میں تھے اور حاضرین محفل میں سب سے کم سن،مگر محفل میں حضرت ابو بکر اور عمر جیسے اکابر صحابہ کی موجودگی کا سوچ کر انھیں (جواب دینے میں) جھجھک محسوس ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایک بات کوذہن نشین کرنے کے لیے یا اس کی اہمیت کے پیش نظر اور کبھی زور بیاں کے لیے تین بار دہراتے،جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبائر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! جھوٹی بات (سے)خبردار! جھوٹی گواہی (سے). پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اسے ہی دہراتے رہے یہاں تک کہ صحابہ کرام نے سوچا کاش اب آپ علیہ السلام خاموش ہو جائیں۔ یہ صحابہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر محبت و فکرمندی کا ایک اظہارہوا کرتا جب بھی وہ آپ پر غم و فکر کے اثرات محسوس کرتے۔

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک ان سے کوئی ایسا سوال پوچھ لیتےجس کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار نہ ہوتے اس سے آپ کا مقصد انھیں کسی چونکا دینے والے نتیجے تک پہنچانا ہوتا۔جیسا کہ ایک مرتبہ آپ نے یہ فرماتے ہوئے بات شروع کی: تم میں سے آج کون روزہ سے ہے؟یہ سوال ان لوگوں کے لیے بالکل اچانک تھا اور وہ اس کے لیے ہر گز تیار نہیں تھے اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان سے اس بابت پوچھاجائے گا تو وہ سب روزہ رکھ لیتے۔چنانچہ سب

خاموش رہے تاہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میں روزہ سے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کس نے آج کسی مریض کی عیادت کی ہے؟سب خاموش رہے مگرحضرت ابوبکررضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں نے۔۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیافت فرمایا: تم میں سے کس نے آج کسی جنازہ میں شرکت کی ہے؟۔ سب چپ رہے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:یا رسول اللہ! میں نے کی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ سب خاموش رہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے جواب دیا:یا رسول اللہ میں نے۔ اس پر نبی کر یم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی میں ایک ہی دن میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہوجائیں وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

کبھی دوران گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضاحت کا کوئی امدادی طریقہ / وسیلہ استعمال کرتے۔ جیسا کہ ایک بارامانت کے اٹھا لیے جانے کے متعلق بات کرتے ہوئے فرمایا:ایک شخص ایک بارسوئے گا اور اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی، اس کا نشان ایک دھبے کی طرح باقی رہ جائے گا پھر وہ ایک اور نیند لے گااور پھر (اس کے دل سے)امانت نکال لی جائے گی، تو اس کے دل میں آبلے کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا گویا تم نے کوئی چنگاری اپنے پاؤں پر گرا لی ہو اور اس کی وجہ سے آبلہ پڑ جائے۔ تم اس میں سوجن دیکھو گے مگر اندر کچھ نہیں ہو گا۔پھر آپ نے ایک کنکر اٹھایا اوراسے گھما کر اپنے پاؤں پر پھینک دیا(یعنی مار کر دکھایا)۔

بعض اوقات بات کی توضیح کے لیے تصویری خاکہ سے مدد لیتے۔ جیسا کہ ایک بار آپ نے زمین پر ایک چوکورخط کھینچا۔پھر اس کے درمیان میں ایک الگ لکیرکھینچی جو باہر کو نکلی ہوئی تھی، پھر اس لکیر کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں۔ پھرفرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے یہ کیا ہے؟صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بیچ والی لکیرانسان ہے اور اس کے اطراف میں کھنچی ہوئی لکیریں انسان کو پیش آنے والے مصائب ہیں جو ہر جگہ اسے دبوچنے کو تیار رہتے ہیں۔ اگر ایک سے بچ نکلےتو دوسری اسے آ لیتی ہےاور اگر اس سے بچ جائے تو تیسری اسے نگل لیتی ہے۔جبکہ مربع خط اس کی موت ہے جو اسے ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہے۔ اور باہر نکلی ہوئی لکیر اس کی وہ تمنائیں ہیں جن کا دامن تھامتے ہی موت اسے کسی شے کی پروا کیے بغیر اچک لیتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مجالس اگرچہ وعظ ونصیحت کے لیے مخصوص تھیں لیکن اس تعلیم و تلقین کا انداز تقریری نہ تھا کہ توجہ ایک ہی فرد پر مرکوز رہے۔ بلکہ طرز مجلس باہمی تبادلہ خیال کا سا ہوتا۔ جس میں تعلیمی عمل کاانحصار سیکھنے والوں کی شرکت اور باہمی ڈسکشن پر تھا اور جو ان کی فکری اور عقلی نشوونما کے لیے مواقع فراہم کرتی۔

یہ مجالس کثرت استغفارکی بنیاد پر قائم تھیں جہاں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توبہ اور استغفار سے کبھی غافل نہیں پاتے۔بعض اوقات لوگ ایک ہی نشست میں گنتے تو آپ علیہ السلام کا استغفار ایک سو مرتبہ تک ہو چکا ہوتا جبکہ مجلس برخاست کرنے کی دعا اس سے الگ تھی: "ربّ اغفرْلي وتُبْ علي إنك أنت التَّوّاب الغفور۔اے میرےرب! میری بخشش فرما اور میری توبہ قبول کر،بے شک تو توبہ قبول کرنے والا بخشنے والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مجلس میں مدینہ کے نومولود بچے بھی لائے جاتے،آپ ان کے لیے دعا فرماتے، اور انھیں اپنے دہن مبارک سے کھجور نرم کر کے گھٹی دیتے۔ اور اپنا بابرکت لعاب ان کے منہ میں ڈالتے، ان کے نام رکھتے اور ان کے لیے عمر میں برکت کی دعا فرماتے۔

اسی ضمن میں ایک بارابواسید مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ اپنے نومولودبیٹے منذر کولیے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی گود میں لٹایا، حضرت ابواسید سامنے بیٹھے تھے، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کام میں مشغول ہوگئے اور ابواسید کو بچہ اٹھانے کا حکم دیا۔ انھوں نے بچہ آپ کی گود سے لے لیا۔ اور گھر واپس بھجوادیا،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوئے تو پوچھا: بچہ کہاں ہے؟ ابواسید نے جواب دیا: ہم نے اسے واپس بھیج دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسکا نام کیا ہے؟انہوں نے بتایا: یا رسول اللہ! فلاں نام ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں،بلکہ تم اس کا نام منذر رکھو۔ اس دن سے انھوں نے اس کا نام منذررکھ دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مجلس میں کھجور کا پہلا پھل پیش کیا جاتا کہ کھجور جو اہل مدینہ کا پھل بھی تھا، ان کی طاقت بھی اور ان کی غذا بھی۔ جب وہ پہلا پھل دیکھتےتو وہ بہت خوش ہوتے اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ اسے تناول کرتے ہوئے یوں دعا فرماتے: "«اللهمَّ بارك لنافي ثمارِنا،وبارك لنافي مَدِينتنا،وبارك لنافي صاعِنا،وبارك لنافي مُدِّنا،بركةًمع بركةٍ،اللهمَّ إنَّإبراهيم عبدُك وخليلُك ونبيُّك،وإني عبدُك ونبيُّك،وإنه دعاك لمكة،وإني أدعوك للمدينةبمثل مادعاك لمكةومثله معه۔ اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت ڈال دے،اور ہمارے لئے ہمارے شہر میں برکت ڈال دے،اور ہمارے لئے ہمارے پیمانے میں برکت ڈال دے،اور ہمارے لئے ہمارے مْد(ہاتھ سے ناپنے کا پیمانہ) میں برکت ڈال دے،برکتوں پر برکتیں،اے اللہ! ابراہیم آپ کا بندہ،آپ کو دوست اور آپ کا نبی ہے،اور میں بھی آپ کا بندہ اور آپکا نبی ہوں،اور انہوں نے آپ سے مکہ کے لیے دعا کی،اور میں آپ سے مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں اسی طرح کی دعا جس طرح کی دعا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے کی۔تھی۔ بلکہ (برکت میں) اس کے دو گنا۔

پھرحاضرین میں سے سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے یہ پھل عنایت کرتے۔

ان مجالس میں شائستہ مزاح بھی ہوا کرتا۔ درحقیقت رسول اللہ کی مجلس کا وقار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کا رعب ایسا نہیں تھا کہ آپ کے ساتھیوں کو خوش طبعی اور دل لگی کرنے سے روک دے۔ چنانچہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے مخاطب تھے اس وقت آپ کے پاس ایک بدوی بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص نے اللہ تعالی سے کھیتی کی اجازت چاہی،اللہ تعالی نےفرمایا: کیا وہ سب کچھ تمھارے پاس نہیں ہے جو تم چاہتے ہو؟اس نے جواب دیا: بے شک ہے۔ لیکن مجھے کھیتی باڑی کا شوق ہے۔چنانچہ وہ بیج ڈالے گا اور پلک جھپکنے میں اس کا اگنا ,برابر ہونا اور پہاڑوں کی طرح غلے کے انبار لگ جانا ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالی کہے گا: اے ابن آدم! اسے لے لے۔ تیرے پیٹ کو کوئی شے نہیں بھر سکتی۔ "

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات کہہ چکے تو اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ یہ کوئی قریشی یا انصاری ہوگا کیونکہ زراعت تو یہی لوگ کرتے ہیں، ہم تو کھیتی باڑی کرتے ہی نہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ سمیت تمام اہل مجلس ہنس پڑے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے آنے والے وفود کےلیے یہ مجلس ایک قسم کااستقبالیہ بھی ہوا کرتی۔ مسافرلوگ رات عموما مدینہ سے باہر گزارتے اور چاشت کے وقت مدینہ میں داخل ہوتے۔ پھراس مجلس میں حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سےملاقات کیا کرتے۔

اس تناظر میں چند واقعات یہ ہیں:

بنو مضر کا وفد دوپہر کے وقت رسول اللہ کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےجب ان کو فقروفاقہ کی حالت میں دیکھاتو دکھ سے آپ علیہ السلام کا چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد آپ علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور انھیں صدقہ کی ترغیب دی،یہاں تک کہ آپکے پاس کھانے اور اوڑھنے کے سامان کے دو ڈھیر جمع ہو گئے۔

اسی طرح احساء سے عبدالقیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا اورفرمایا: اس وفد کو خوش آمدید!جو نہ رسوا ہونے والا ہے نہ شرمندہ ہونے والا۔(یعنی ان کا آنا خوب ہے)

غالب گمان ہے کہ اسی طرح کی کسی مجلس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سفید لباس زیب تن کیے، سیاہ بالوں کے ساتھ انسانی شکل میں تشریف لائے تھے نہ ان کےجسم پر سفر کے کوئی آثار دکھائی دے رہے تھے۔اور نہ ہی شرکاء مجلس میں سے کوئی انھیں پہچانتاتھا، اورانہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور علامات قیامت کے متعلق سوالات کیے تھے۔

اور اسی طرح کی ایک مجلس تھی جس میں ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تھے،انہوں نے اپنا اونٹ مسجد میں بٹھایا،پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوئے: عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی آپ کو جواب دوں گا۔ وہ بولے: میں آپ سے سختی کے ساتھ چند سوالات کروں گا آپ رنجیدہ نہ ہوئیے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ اس پر آپ سے ارکان اسلام کی بابت سوال کیے۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہ میں اس میں کچھ اضافہ کروں گا اور نہ ہی کوئی کمی۔۔پھر جب وہ رخصت ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا: سمجھدار آدمی معلوم ہوتا ہے، اگر یہ سچ بول رہے تھا تو ضرورجنت میں داخل گا۔

یہ محفلیں مسلمانوں کو درپیش مسائل پر گفتگو کے لیے ایک قسم کی مجلس مشاورت بھی ہوتی تھیں۔اسی طرح کی ایک مجلس میں غزوہ احد سے متعلق مشورے اور فیصلے ہوئے۔اسی میں خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی طرح بہت سے دیگر امور زندگی یہاں زیربحث آتے۔

تاریخ میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو رسول اللہ سے بڑھ کر اپنے ساتھیوں سے مشاورت کرنے والا ہو۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ پر ہی تو یہ وحی نازل ہوئی تھی: " و شاورھم فی الأمر" (کسی معاملے میں (فیصلے سے قبل) ان سے مشورہ کر لیا کیجیے) آل عمران:159

صحابہ کرام نے رسول اللہ کی اس مجلس میں حاضری کی باریاں مقرر کررکھی تھی،جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے کہ میں اور میرا انصاری پڑوسی مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے، ہم نےنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضری کی باہم باری لگارکھی تھی، ایک دن وہ شریک ہوتا اور دوسرے دن میں۔ جس دن میری باری ہوتی تو میں اس دن کی وحی وغیرہ کی تمام خبریں لے کر آتا اور جب وہ حاضر ہوتا تو ایسا ہی کرتا۔۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایسے نشست فرماتے گویا انھی میں سے ایک ہوں آپ کی کوئی خاص (شناختی) نشانی نہیں ہوتی تھی جس کی بنا پر آپ شرکاء سے ممتاز نظر آتے اگر کوئی اجنبی باہر سے آتا توان میں سے آپ کو پہچان نہ پاتا۔ بعض اوقات وہ یہ تک پوچھ بیٹھتا: عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آپ کی وجاہت اور خوبروئی سے ہی پہچانا جاسکتا تھاوہ پوچھتے: کیا یہ سفید رنگت والے جو ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں؟

۔صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ باہر سے آنے والے لوگ آپ کو پہچان نہیں سکتے توانھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کےلیے مٹی کی مسند نما نشست بنانے کا مشورہ کیا تاکہ باہر سے آنے والا بآسانی آپ کو پہچان سکے۔ آپ علیہ السلام نے انھیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ کام آپ علیہ السلام کی عمر کے آخری عرصے سنہ نو ہجری (عام الوفود) میں انجام پایا۔

اپنی اس مجلس میں آپ اپنی خصوصی عنایت و خندہ روئی سے تمام احباب کو فیضیاب کرتے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ہر کوئی یہی سمجھتا کہ وہی آپ کو زیادہ محبوب ہے۔۔

بسا اوقات اپ صلی اللہ علیہ وسلم کوتحفتاکھانے کی کوئی چیز پیش کی جاتی اور آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہوتے تو سب مل کر اسےتناول فرماتے۔

۔حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں ایک بڑا برتن پیش کیا گیا جس میں ثرید تھی، کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بھی اسے تناول فرمایا اور آپ کے ساتھ موجود تمام افراد نے بھی۔ ظہر تک لوگ باری باری اس میں سے کھاتے رہے۔ ایک گروہ کھا چکتا تو آٹھ جاتا اور دوسرا گروہ آ جاتا اور یوں ہی کرتا "

اس پر کسی نے ان سے پوچھا: کیا اس کھانے میں کچھ بڑھایا جاتا رہا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: زمین پر سے تو کچھ نہیں بڑھایا گیا تھا۔ ہاں! آسمان سے کچھ بڑھایا جاتا رہا ہو گا۔

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ کی گئی، اس دن گھر میں کھانا کم تھا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروالوں سے کہا:اس بکری کو پکاؤ۔ پھر روٹی کے ٹکڑے کر کے اس پر شوربہ انڈیل دو اور اس پر گوشت کے ٹکڑے ڈال دو "۔

۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لگن تھا جسے غراء کہا جاتا تھا۔ اسے چار آدمی اٹھایا کرتے۔ جب اشراق کا وقت ہوا اور لوگوں نے نماز اشراق پڑھ لی تو وہ لگن لایا گیا، سب اس کے ارد گرد جمع ہو گئے جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو رسول اللہ نے اپنے گھٹنے ٹیک دئیے (یعنی سمٹ کر بیٹھ گئے)

اس پر ایک اعرابی کہنے لگا: بھلا، یہ بیٹھنے کا کون سا طریقہ ہے۔!!

پیارے نبی نے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے متواضع بنایا ہے جبار اور سرکش نہیں بنایا۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا: اسکے کناروں سے کھاؤ اور اوپر کا حصہ چھوڑ دو کیونکہ اس (طریقہ)

میں برکت ہوتی ہے۔پھر آپ نے فرمایا:اسے لو اور کھاؤ، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، تم فارس اور روم کو فتح کرو گےیہاں تک کہ تمھارے لیے خورونوش کی فراوانی ہو جاؤ گی لیکن اس پر اللہ کا نام نہیں لیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست موقع و محل کے اعتبار سے کبھی طویل ہوتی اور کبھی مختصر۔ جب دن چڑھ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ کھڑے ہوتے، آپ مجلس سے کبھی بھی یہ کہے بغیر نہ اٹھتے:" «سبحانك اللهمّ ربي وبحمدك،أشهدُأن لاإله إلاأنتَ،أستغفرُك وأتوب ُإليكَ(اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ میرے رب! تعریف تیرے لیے ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں،میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تجھ سےتوبہ کرتا ہوں۔ ."صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: یا رسول اللہ!اس (نشست برخاست کرنے) کے علاوہ ہم نے آپ سے کبھی یہ کلمات نہیں سنے۔ آپ نے فرمایا:یہ مجلس (میں ہونے والی لغزشوں) کا کفارہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ انھی کلمات سے اپنی مجلس،اپنی نماز اور اپنی قراءت کا اختتام فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس نے مجلس میں اچھی باتیں کی ہونگی یہ کلمات قیامت کے دن اس کے حق میں ان باتوں پر مہر تصدیق ثبت کریں گے اور جس کسی نے مجلس میں بری گفتگو کی ہوگی یہ کلمات قیامت کے دن اس کےلیے کفارہ ہونگے۔

بہت کم ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھے ہوں اور آپ نے اپنے ساتھیوں کےلیے یہ دعا نہ کی ہو۔"اللهمِّ اقْسِمْ لنامن خشيتك ماتَحُولُ به بينناوبين معاصيك،ومن طاعتك ماتبلِّغُنابه جنَّتك،ومن اليقين ماتهوِّن به علينامصائبَ الدنيا،اللهمِّ متِّعنابأسماعناوأبصارناوقوِّتناماأحييتنا، واجعله الوارثَ منا،واجعل ثَأْرَناعلى مَن ظلمنا،وانصرناعلى

من عادانا،ولاتجعلْ مصيبَتنافي ديننا،ولاتجعل الدنياأكبرَهمِّنا،ولامبلغ علمنا،ولاتسلِّط عليناَمَن لايرحمنا۔اے اللہ!تو ہمیں اپنا ایسا خوف عطا کر جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ایسی اطاعت عنایت فرما جو ہمیں تیری جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین مرحمت فرما جس سے تو ہماری دنیا کی مصیبتوں کو آسان کر دے اور جب تک تو ہمیں زندگی رکھے تو ہماری آنکھوں اور قوتوں سے ہمیں فایدہ پہنچا اور ان میں سے ہر ایک وصف کو ہمارا وارث بنا اور ہمارا انتقام ان سے ضرور لے جنھوں نے ہم پر ظلم کیا اور دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ہمارے دین میں مصیبت مت ڈال اور دنیا کو ہمارے بڑے غم کی چیز مت بنا اور نہ اس کو ہمارے علم کا محور و مرکز بنا اور نہ ایسے شخص کو ہم پر مسلط فرما جو ہم پر رحم نہ کرے۔

اس کے بعدصحابہ کرام اپنی اپنی مصروفیات کی جانب لوٹ جاتے یا اپنےگھروں کو چلے جاتے تاکہ نماز ظہر سے قبل قیلولہ کرلیں۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیلولہ کے لیےگھر تشریف لاتے یاکبھی کبھار کسی کی دعوت پر، کسی سے ملنے یا اپنی کسی ضرورت کے تحت بازار کی جانب نکل جاتے۔

بازار وں کا گشت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں جزم و حزم اور مکمل یکسوئی نظر آتی تھی اور اس میں متکبر لوگوں کا سا مصنوعی تکلف بالکل نہ تھا آپ اپنے قدم زمین سے پوری طرح اٹھا کر کشادہ کشادہ رکھتے اور یوں جھک کر چلتے گویا نشیب میں اتر رہے ہوں۔ رفتار ایسی ہوتی کہ دیکھنے والا جان جاتا یہ کسی ڈھیلے ڈھالے،سست آدمی کی چال نہیں ہے۔ جب کسی کی جانب متوجہ ہوتے تو پورے جسم سے اس کیجانب گھوم جاتے۔ اگر آپ کے ہمراہ آپ کے ساتھی ہوتے تو وہ آپ سے آگے چلتے یا دائیں بائیں۔ اور آپ کی پشت مبارک کو فرشتوں کے لیے چھوڑ دیتے۔ وہ کبھی بھی آپ کے پیچھے پیچھے نہیں چلا کرتے تھے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع تھا کہ نہ خود صحابہ سے آگے چلتے اور نہ جابر حکمرانوں کی طرح انھیں اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کرتے۔ اسی طرح آپ اپنے ساتھیوں کے لیے حقارت و ذلت کے اطوار پسند نہ فرماتے۔ بلکہ ان کے ساتھ،ان کے درمیان چلا کرتے۔۔

چلتے وقت کبھی کبھا ر اپنی لاٹھی کو ٹیک کر چلتے جو کھجور کی شاخ یا صحرائی ببول سے بنی ہوئی تھی۔ اور کبھی اپنے ہاتھ میں تازہ کھجوروں کا گچھا اور نوک دار لاٹھی لیے ہوتے۔ یہ عربوں کا معمول تھا۔ کیونکہ اکثر ان کی خدمت میں ان کی ضرورت کی ہی کوئی شے پیش کی جاتی تھی۔

بعض اوقات راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی کوئی باندی مل جاتی،وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہاتھ سے پکڑتی اور اپنے کام کےلیے جہاں چاہتی ساتھ لے جاتی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کاموں کےلیے اس کے ساتھ گھومتے رہتےاور اس سے اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ چھڑاتے جب تک وہ خود واپس نہ چلی جاتی۔

آپ ہرملنے والے سے مسکرا کر ملتے،حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جب بھی ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر ضرور مسکرائے۔

کیسی پیاری خیر مقدمی مسکراہٹ ہو گی!! جو سامنے والے کے دل میں محبت اور اہمیت کا احساس جگا دیا کرتی۔ یہاں تک کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص ان کے لیے یوں مسکراتے ہیں اور یہ مسکراہٹ ان کے دل میں گڑ گئی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام لوگوں کے ساتھ یوں ہی پیش آیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والاشخص کوئی اورنہیں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو انھیں سلام کرتے اوران کے چہروں پر ہاتھ پھیرتے۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا، آپ علیہ السلام کے سامنے دو بچے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باری باری دونوں کے گالوں پر ہاتھ پھیرا، پھر میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی گویا آپ نے اپنا ہاتھ خوشبوساز کے تھیلے سے نکالا ہو۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرا وہ گال جس پر آپ نے ہاتھ پھیرا تھا دوسرے گال سے زیادہ خوبصورت ہو گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ہاں بھی تشریف لے جا یا کرتے،جب ان کے گھروں کے قریب پہنچ جاتے تو ان کے بچے آجاتے اور آپ کے آگے پیچھے پھرتے۔ آپ علیہ السلام ان کےلیے دعا فرماتے، ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کو سلام کیا کرتے۔۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے محلے سے گزرے توآپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں انصار کی بچیاں ملیں۔ (آپ کو دیکھ کر) وہ دف بجانے اور یہ (کلمات) گانے لگیں:

"نحن جوار من بنی نجار

یا حبذا محمد من جار"

(ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں

ہماری خوش قسمتی ہے کہ محمد ہمارے پڑوسی ہیں)

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ میرا دل تم سب کی محبت سے لبریز ہے۔یا اللہ! ان میں برکت عطا فرما۔)

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرمسجد سے ہوا،چند عورتیں وہاں بیٹھی ہوئی تھیں،اپ صلی اللہ علیہ وسلم نےانھیں اپنے ہاتھ کےاشارہ سےسلام کیا۔

اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے اگر سرراہ ملاقات ہو جاتی توسلام میں پہل فرماتے، اس سے مصافحہ کرتے اور اسے دعا دیتے۔جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ چھڑاتےجب تک وہ خود اسے نہ چھوڑ دیتا اسی طرح جب کوئی آپ سے ملتا اور بات کرتا تو آپ اس وقت تک اس سے منہ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا چہرہ نہ پھیر لیتا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی راستے میں روک لیتا تو آپ علیہ السلام رک جاتے بعض اوقات کوئی عورت یا باندی بھی آپ کوروکتی تو اس کے لیے بھی رک جایا کرتے۔عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی پہلی ملاقات کا احوال بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا کہ ایک عورت نے آپ کو آواز دی اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں آپ سے ایک کام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ اس دوران میں وہیں کھڑا انتظار کرتا رہا۔ کھڑے کھڑے میں اپنے دل میں کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ میرے اور منذر بن نعمان کے دین سےبری ہیں۔ اگر آپ بادشاہ ہوتے تو ایک بچے اور عورت کے ساتھ راستے میں اتنی دیر تک نہ رکے رہتے۔ یوں اللہ نےان صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے دل میں ڈال دی۔

نبی کریم چال نرم اور رفتار تیز تھی البتہ آپ کی چال پر تکلف جاہ و تمکنت کے برعکس متواضع تھی۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک نوجوان کے پاس سے ہوا جوبکری کی کھال اتاررہا تھا لیکن یہ کام ٹھیک طرح نہ کر پا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا: ایک طرف ہوجاؤتا کہ میں تمھیں اسے اتار کر دکھاؤں مجھے لگتا ہے تمھیں یہ کام نہیں آتا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ کھال اور گوشت کے درمیان ڈالا اور اسے کھینچ لیا پھر فرمایا: بچے! کھال یوں اتاری جاتی ہے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔

یوں نبی کریم ہر طرح کے مواقع پر لوگوں کے ساتھ کھڑے رہ کر اور ان کی زندگیوں میں پوری طرح گھل مل کر آپ نسلوں کے مابین ایک پل کا کردار ادا کیا کرتے تھے۔

ہائے قربان! اس نوجوان نے اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ اپنے کام میں شریک دیکھ کر کیسا محسوس کیا ہو گا!!!!

ایک باراپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ کسی صحابی کے گھر پر تھے۔اس دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے اورآپ کو نماز کی اطلاع دی۔ چنانچہ آ پ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چل پڑے راستے میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جس نے پتھر کی ایک ہنڈیا آگ پر چڑھا رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا: تمھاری ہنڈیا تیار ہے؟۔ اس نے جواب دیا:میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ!جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تھوڑا سا کھایا اور چلتے چلتے اپنی انگلیاں چاٹنے لگے۔ یہاں تک کہ نماز میں داخل ہو گئے۔

یہ وہ سادہ طرز حیات تھا جو آپ اپنے صحابہ کے سامنے روا رکھتے۔ سہولت (بے تکلفی) سے تھوڑا سا کھایا اور چلتے چلتے انگلیاں چاٹ لیں۔ یہ رویہ جابر اور مغرور لوگوں سے کتنا ممتاز اور منفرد ہے۔

دوسری طرف اس ہانڈی والے کی خوشی کا کیا ٹھکانہ!! وہ اس روز دن بھر رسول اللہ کے اس سے بات کرنے،کھانا مانگنے اور سب کے سامنے کھانے کے متعلق ہی گفتگو کرتا رہا ہو گا۔ یہاں تک یہ واقعہ زندگی بھر کے لیے اس کی پہچان بن گیا۔

الغرض لوگوں کی زندگیوں کا وہ کون سا گوشہ تھا جہاں آپؐ اپنی دل موہ لینے والی اداؤں کے ساتھ نہ پہنچے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر دستک دیتےتو اس کے عین سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔بلکہ دائیں یا بائیں سمت کھڑے ہوجاتے۔اس زمانے میں دروازوں پر پردوں کا رواج نہیں تھا۔آپ علیہ السلام (دروازے کے پاس کھڑے ہو کر)فرماتے: السلام علیکم ورحمۃ

اللہ وبرکاتہ، اگر آپ کو جواب نہ سنائی دیتا تو سلام کو تین بار دہراتے۔پھر وہاں سے واپس تشریف لے جاتے۔

اس حوالے سے سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قصہ کچھ یوں ہے: رسول اللہ ان کے ہاں تشریف لائے، اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،کہہ کر انھیں سلام کیا۔ حضرت سعد نے سنا اور آپ کو سلام کا جواب دیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب نہیں سنا،چنانچہ پھر کہا: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ سعد نے پھر جواب دیا۔ آپ تینوں بار یہ جواب نہ سن پائے۔ (رسول اللہ کا یہ دستور تھا)کہ مرتبہ سے زائد سلام نہیں کیا کرتے تھے اگر اجازت دے دی جاتی تو ٹھیک وگرنہ آپ وہاں سے تشریف لے جاتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جانے لگے تو سعد لپک کر آئےاور کہنے لگے: اےاللہ کے نبی! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے آپ کے تین سلاموں کو سنا اور اس کا جواب دیا، لیکن مجھے اچھا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ میرے لیے سلامتی اور رحمت کی دعا فرماتے جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقاتیں

بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھے اپنے کسی صحابی یا رشتےدارکی ملاقات کو تشریف لے جاتے۔

اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہاکے گھر حسن بن علی سے ملنے تشریف لے جانا قابل ذکر ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت گھر سے نکلے تو مجھے مسجد میں پایا۔ آپ علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چل پڑا، وہ میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔نہ انھوں نے مجھ سے کوئی بات چیت کی اور نہ میں نے ان سے۔یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار تک آگئے، آپ نےگھوم پھر کر اسے دیکھا اور وہاں سے واپس ہو لیے، میں بھی آپ کے ہمراہ واپس آ گیا۔ پھر آپ حضرت فاطمہ کے صحن میں آ کر بیٹھ گئے،اور حضرت حسن کو بلاتے ہوئے یوں فرمایا: "منا کہاں ہے؟ منا کہاں ہے؟ حسن بن علی کو بلاؤ " لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت فاطمہ نے انھیں کسی وجہ سے روکا ہوا تھا۔ ہم سمجھے کہ وہ انھیں نہلا دھلا کر ہار پہنا رہی ہوں گی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چل پڑے اور میں بھی آپؐ کے ہمراہ چل پڑایہاں تک کہ ہم مسجد میں آگئے۔ آپ وہاں بیٹھ گئے۔اور اپنا عمامہ کمر اور گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر ٹیک سی لگا لی۔ پھر فرمایا:" منا کہاں ہے منا کہاں ہے، منے کو میرے پاس لے آؤ"۔تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ کہ حسن آگئے، ان کے گلے میں پھولوں کی ما

لا تھی۔ رسول اللہ نے انھیں ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اپنے عمامے کے حلقے کو ہٹا کر گود میں رکھ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چوما اور بھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ حضرت حسن نے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک میں ڈال لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ کھولا اور حسن کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیا۔ اور یہ دعا فرمائی:اللہم إني أحبُّه،فأحبَّه،وأَحْبب مَن يحبُّه۔(اے اللہ!میں اس سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی اس سےمحبت کیجیے، اور اس شخص سے بھی محبت کیجیے جو اس سے محبت کرتا ہو)۔ یہ دعا تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ واقعہ یاد کیا کرتے اور فرماتے: میں نے اس سے حسین منظر کبھی نہیں دیکھا کہ جسے دیکھ کر میری آنکھیں بہنے لگی ہوں۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے ان کے شوہر کی بابت دریافت کرتے ہوئے فرمایا: آپ کا عم زاد کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میرے اور ان کے مابین کچھ ناچاقی ہوئی ہے اور وہ باہر چلے گئےہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ان کی تلاش میں بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے تو وہ وہاں لیٹے ہوئے تھے۔اوران کی چادر ان کے پہلو میں گری ہوئی تھی اورجسم گردآلود ہوچکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر لگی مٹی جھاڑنےلگے، پھر فرمایا: ابو تراب! اٹھ جایئے، ابو تراب! اٹھ جایئے۔ اسی طرح آپ ؐ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے جو بچپن مین اپ کی انا تھیں۔ آپ ؐ باقاعدگی سے ان کی زیارت کو جایا کرتے۔ ایک مرتبہ آپؐ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کو کھانا یا کوئی مشروب پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےکھانا انھیں واپس کر دیا اور اس میں سے کچھ نہ کھایا، غالبا اس روز آپ روزے سے تھے یا آپ کو

کھانے کی اشتہا نہ ہوئی ہو گی۔ اس پر وہ آپ ؐ پہ ناراض ہونے لگیں اور اونچا اونچا بول کر آپ پہ غصہ کرنے لگیں۔ کہ آپ نے یہ کھانا کیوں نہیں کھایا۔

یہ سب (اظہار ناراضی) اس ام ایمن کی جانب سے تھا جو آپ ؐ کی سابقہ کھلائی رہ چکی تھیں۔ اور آپ ؐ سے شدید محبت کی بنا پر آپ ؐ کو یوں ڈانٹ رہی تھیں جیسے ایک ماں اپنے بچے پہ ناراض ہوتی ہے۔ درود و سلام ہو اس نبی مہربان پر!! جو یہ سب کچھ تسلیم و رضا کی بہترین تصویر بنے پورے مان اور محبت سے وصول کرتے جا رہے تھے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات (مدینہ کے) نادار اور کمزور مسلمانوں کے ہاں تشریف لے جاتے، ان سے ملتے، مریضوں کی عیادت فرماتے اور ان کی دعوتوں کو قبول فرماتے۔کبھی آپ وہاں تنہاتشریف لے جاتے اور کبھی کسی ساتھی کے ہمراہ۔

اس طرح کا ایک واقعہ آپ ؐ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی دادی جان ملیکہ کی جانب سے دعوت کا قبول کرنا ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے بنایا اور آپ کو دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول کیا، پھر فرمایا: صفیں بنالو میں آپ کو نماز پڑھاتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک چٹائی لے آیا جو کثرت استعمال سے سیاہ پڑچکی تھی، اسے پانی سے صاف کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہو گئے اور میں اور ایک یتیم لڑکا آپ کے پیچھے صف باندھ کر۔جبکہ بوڑھی دادی ہمارے سامنے تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور واپس تشریف لے گئے۔

بعض اوقات آپ (کسی کے ہاں) جاتے ہوئے اپنے اہل خانہ کو بھی ہمراہ لے لیتے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم کا ایک فارسی پڑوسی تھا، جو سالن بہت اچھا بناتا تھا، اس کے بنائے ہوئے شوربے کی خوشبو سب سے عمدہ ہوتی۔ ایک دن اس نے نبی ؐ

کے لیے شوربہ بنایا پھر آپ ؐ کے پاس آ کر آپ ؐ کو دعوت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ بھی میرے ساتھ آئیں گی۔اس نے جواب دیا:نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ہماری طرف سے بھی نہیں ہے۔وہ دوبارہ دعوت دینے آیا، توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کہا: عائشہ بھی میرے ساتھ ہوں گی، اس نے جواب دیا: نہیں، آپ نے کہا: پھر ہمارا جواب بھی نہیں ہے۔ پھر تیسری بار آپ کو بلانے آیا اور دعوت دی تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بولے: یہ بھی آ جائے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر دونوں (آپ ؐ اور عائشہ) اٹھے اور ساتھ ساتھ چلتے اس کے گھر پہنچ گئے۔

ایک بار کسی ملازم درزی نے آپ ؐ کو کھانے پر بلایا جو اس نے خود آپ ؐ کے لیے بنایا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت پر گیا، اس نے جو کی روٹی اور شوربہ آپ ؐ کے سامنے رکھا جس میں لوکی اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ پھر وہ اپنے کام پر چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سالن میں سے،جو آپ ؐ کو بہت پسند آیا تھا،لوکی کے ٹکڑے تلاش کر کے کھانے لگے۔میں نے جب یہ دیکھا تو خود کھانے کی بجائے لوکی کے ٹکڑے آپ ؐ کے سامنے نکال نکال کر پیش کرنے لگا۔ اس دن کے بعد سے کدو میرے پسندیدہ ہوگئے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی دعوت پر آپ ؐ اپنے صحابہ کےہمراہ تشریف لے جاتے۔جیسا کہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی دعوت پر۔ جب انھوں نے آپ ؐ کو اپنے گھر نماز پڑھانے کے لیے بلایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میری بینائی کمزورہوچکی ہے، میں اپنی قبیلے والوں کو نماز پڑھاتا ہوں، جب کبھی بارش ہوجاتی ہے تو میرے اور ان کے مابین واقع وادی میں سیلاب آ جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز پڑھانے کے لیے میں مسجد میں نہیں آسکتا، لہذا میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں تاکہ میں اس جگہ کو مصلی بنالوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آ

جاوں گا ان شاءاللہ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے دن ہی چاشت کے وقت ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت کچھ دیگر صحابہ بھی تھے، آپ نے ان سے دریافت کیا:آپ کے خیال میں گھرمیں کونسی جگہ موزوں ہے جہاں میں نماز پڑھاؤں؟ انھوں نے ایک جگہ بتائی، اور وہاں آپ کے لیے ایک چٹائی بچھا دی،اور اس کے اردگرد پانی کا چھڑکاؤ کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انمیں وہاں دورکعت نماز پڑھائی، اس کے بعد حضرت عتبان رضی اللہ نے انمیں اپنے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا تناول فرمانے کے لیے روک لیا۔ چنانچہ آپ ؐ بیٹھ گئے اور ان کےہاں کھانا کھایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ہاں بھی ملاقات کو جاتے ان سے گھل مل جایا کرتے۔ اور ان کے ساتھ عمدہ اخلاق اور بہترین سلوک کا مظاہرہ کرتے، یہاں تک کہ ننھے بچوں اور نونہالوں کے ساتھ بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بہترین اخلاق کے مالک تھے، آپ ؐ ہمارے ہاں آتے اور ہمارے ساتھ گھل مل جاتے۔ میرا ایک چھوٹا سا بھائی تھا اسے ابو عمیر کہا جاتا تھا اور اس کی عمر تین سال تھی جب آپؐ ہمارے ہاں آتے تو اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی کرتے اور اس کے ساتھ مل کر ہنستے ہنساتے۔ ایک بار آپؐ ہمارے گھر تشریف لائے اور اسے اداس دیکھا تو پوچھا: ام سلیم! کیا بات ہے میں تمہارے بیٹے ابو عمیر کواداس اور پریشان دیکھ رہا ہوں، انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! اس کی چڑیا مرگئی ہے جس کے ساتھ یہ کھیلا کرتا تھا۔ اس پرآپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر یہ کہتے ہوئے ہاتھ پھیرنے لگے: ابوعمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟ ابوعمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (ایک بار)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر کے کنویں میں موجود ڈول سےمیرے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے،تب میں

پانچ سال کا تھا۔ بچوں کے ساتھ رسول اللہ ؐ کے انس و محبت سے بھرپور دل لگی کا انداز ملاحظہ کیجیے۔ کس طرح یہ منظر محمود کے دل میں نقش ہو کر رہ گیا۔ غور کیجیے!! کیسے آپ ؐ نے ایک بچے سے اس کی چڑیا کی بابت پوچھ کر اس کا غم بانٹا اور دوسرے کے چہرے پر اس سے مذاق کرتے ہوئے پانی کے چھینٹے مارے۔

سبحان اللہ! کیسی قربت تھی جو ان بچوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میسر ہوا کرتی تھی!!، اور کیسے جذبات ہوں گے جو صحابہ کرام اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب پا کر محسوس کیا کرتے ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اپنے کسی صحابی کے گھرجاتے اوران کے ہاں کھانا تناول فرماتے تو ان کے لیے دعا فرماتے اور ان پر درود بھیجتے۔ ایک بار آپ ؐ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے آپ ؐ کو روٹی اور تیل پیش کیا، آپ ؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا اور پھر یہ دعا دی"أَفْطَرَعندكم الصائمونَ،وأَكَلَ طعامَكم الأبرارُ،وصلَّتْ عليكمُ الملائكةُ 116(» (تمھارے ہاں روزہ دار لوگ افطار کریں اور نیک لوگ کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر درود بھیجیں)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ؐ بسر بن ابی بسر رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے، جب ان کے گھر کے قریب پہنچے تو حضرت بسر اور ان کی زوجہ محترمہ گھر سے باہر آ کر آپؐ سے ملے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کےلیے ایک دری بچھائی آپ علیہ السلام اس پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر ابوبسر نے اپنی زوجہ سے کہا: کھانے کو کچھ پیش کرو۔ وہ ایک پرات نما رکابی لائیں جس میں نمک اور پانی سے گوندھا ہوا آٹا تھا۔ اورآپ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا اور اور ان لوگوں نے بھی آپ ؐ کے ساتھ کھایا اور اس میں سے کچھ حصہ بچ بھی گیا۔ پھر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اللهمِّ اغفرْلهم وارحمهم،وباركْ عليهم،ووسِّع عليهم في أرزاقهم" (اے اللہ!ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم کر،اور ان پر برکت نازل فرما،اور ان کے رزق میں کشادگی فرما۔)

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، حضرت جابر نے اپنی بیوی سے کہا: آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہرمیں ہمارے ہاں تشریف لائیں گے، تو تم انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے دینا، ان سے زیادہ گفتگو نہ کرنا اور نہ سوالات پوچھنے بیٹھ جانا۔ اس کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے ایک خوبصورت موٹا جانور ذبح کیا۔جب انھوں نے ذبح کے لیے اسے سامنے لٹایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور فرمایا: جابر! گویا آپ گوشت سے ہماری محبت کو بھانپ گئے ہیں۔ "۔پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےاپنے ساتھیوں سمیت کھانا تناول فرمایا،پھرجب آپ ؐ دروازے سے باہر نکلنے لگے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی، جو گھر میں ایک جانب بیٹھی ہوئی تھیں، نے آپؐ کو آواز دی: یارسول اللہ! اللہ آپ پر سلامتی نازل فرمائے میرے اور میرے خاوند کے حق میں دعا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی آپ اور آپ کے خاوند پر رحمتیں نازل فرمائے"۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بعد میں بیوی کو ڈانٹا کہ کیا میں نے تمھیں منع نہیں کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات نہ کرنا!۔ انھوں نے جواب دیا: تم کیا سمجھتے ہو کہ اللہ تعالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے گھر بھیجے پھر وہ جانے لگیں اور میں نکلنے سے قبل ان سے اپنے اور اپنے شوہر کے لیے دعا کی درخواست بھی نہ کروں!۔

صحابہ کرام کی زندگیاں آپ ؐ کی جانب سے دی جانے والی دعاؤں اور برکتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاؤں اور برکات کی استدعا فرماتے کہ اللہ نے ان پر اپنے نبی کو مبعوث کر کے بہت بڑا احسان کیاتھا۔

گویا رسول اللہ کا ان کے ہاں تشریف لے جانا آپ ؐ کی جانب سے ان لوگوں سے انس و محبت میں اضافے، ان کے بزرگوں کیلیے تکریم، ان کے بچوں کے لیے شفقت کے اظہار اور ان کے لیے خیر و برکت کاباعث ہوا کرتا تھا نیز آپ ؐ کی یہ آمد تربیت اورایسی رہنمائی سے بھرپور ہوا کرتی جس نے ان کے دلوں میں نبوی انداز تربیت کے بنیادی اصولوں کو پختہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے جبکہ میں اس وقت بچہ تھا۔ میں کھیلنے کی غرض سے باہر جانے لگا تو میری والدہ نے مجھ سے کہا: عبداللہ! ادھر آؤ۔ دیکھو میں تمھیں ایک چیز دوں۔ اس پر آپ ؐ نےمیری والدہ سے پوچھا:آپ نے اسے کیا دینے کے لیے بلایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے انہیں کھجور دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اگر آپ ایسا نہ کرتیں تو آپ کا ایک جھوٹ لکھا جاتا۔

یوںوالدہ کی اس رہنمائی کے زریعے بچے کے لا شعور میں سچائی کی اہمیت راسخ کر دی گئی۔اندازہ لگائیے کہ اس کے بعد انھوں نے کیسے اس کا پاس رکھا اور اس رہنمائی کو اپنے نبی کی امت تک منتقل کرنے کا فریضہ ادا کیا یہاں تک کہ یہ آج میرے اور آپ تک پہنچ چکی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے، جب آپ ؐ وہاں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ؐ سے پوچھا: یا رسول اللہ! اللہ تعالی نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے،تو ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، یہاں تک صحابہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش بشیریہ سوال نہ کرتے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس طرح کہاکرو"اللهمَّ صلِّ على محمدوعلى آل محمدٍ،كماصليت على إبراهيم،وبارك

علی محمدٍوعلی آل محمد،کمابارکت علی ابراھیم و علی آل إبراھیم في العالمین،إنك حمیدمجید،

آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خاموشی پر حیرت کا اظہار کرسکتے ہیں اور ہر شخص کے دل میں اس ضمن میں الگ خیال آ سکتا ہے۔ (لیکن دراصل) آپ ؐ کے اس سکوت نے ہر ایک کو جواب جاننے کے لیے متجسس کر دیا تھا اور جب آپ ؐ نے جواب دیا تو یہ جواب ان کے تجسس و اشتیاق کی بنا پر ہمیشہ کے لیے ان کے ذہنوں میں راسخ ہو گیا۔

نبی دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر، بہترین معلم اور بہترین انسان پر لاکھوں درود و سلام ہوں۔

جب آپ ؐ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، تو وہاں بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک بن دخشم کو کیا ہوا ہے، دکھائی نہیں دے رہا؟ کسی نے جواب دیا: وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مت کہو، کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے لاالہ الااللہ پڑھ رکھا ہے، جس سے اس کا مقصود صرف اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں،جبکہ ہمیں تو اس کی محبت اور وابستگی منافقوں کے ساتھ ہی نظر آتی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے ایسے شخص پر آگ حرام کر رکھی ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہے اور اس سے وہ صرف اللہ کی رضا چاہتا ہو۔

ملاحظہ کیجیے کس طرح رسول اللہ نے ایک بھری مجلس میں ایک مسلمان کی عزت کا خیال رکھنے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی حمایت کی تعلیم دی۔ اور اہل مجلس کی توجہ اس شخص میں موجود مثبت پہلووں کی جانب موڑ دی۔ جس میں سے اہم ترین پہلو

دائرہ توحید میں داخل ہونا ہے۔ چنانچہ فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے اس نے لاالہ الااللہ پڑھ رکھا ہے۔

اے کاش! ہماری مجالس بھی ایسی ہی پاک صاف ہوجائیں اگر ہم ہر اس شخص کی غیبت سے باز آ جائیں نہ کریں جس نے لاالہ الا اللہ کا اقرار کر رکھا ہو۔

مریضوں کی عیادت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقاتوں کی اغراض میں سے ایک آپؐ کا دکھی اور مصیبت زدہ افراد کے پاس ان کی بیماری میں ان کی عیادت اور دردو الم میں ان کی دلجوئی کے لیے حاضر ہونا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طبعیت خراب ہوگئی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمان بن عوف،حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے، آپ علیہ السلام جب ان کے ہاں پہنچے تو انھیں بے ہوش پایا۔ ان کے گھر والے ان کے اردگرد جمع تھے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا یہ گزر چکے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے کی آنکھوں سے آنسو آگئے، جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا: دھیان سے سنو!اللہ تعالی آنکھ سے بہنے والے آنسوؤں اور دل میں اٹھنے والے درد کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا بلکہ اس کی وجہ سے یا عذاب دیتا ہے (اور آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کیا) یا رحم فرماتا ہے۔

یہ سراسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم دلی تھی کہ اپنے ساتھی کو غشی کی حالت میں دیکھ کر آپ کی آنکھیں برسنے لگیں۔

ہائے قربان!سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس وقت کیا کیفیت ہوئی ہو گی جب بیماری سے شفا پانے کے بعد انمیں علم ہوا ہو گا کہ رسول اللہ ان کی حالت کو دیکھ کر رو پڑے تھے۔

اور ان کے بچوں اور عزیز و اقارب نے اپنے احساسات و جذبات میں آپ ؐ کو اپنے ساتھ پوری طرح شریک دیکھ کر یوںمحسوس کیا ہو گا گویا ان کے دل کا درد رسول اللہ کے دل میں اور ان کے جسم کی تکلیف رسول اللہ کے جسم میں منتقل ہو گئی ہو۔

بے شک یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی رحمت ہے جسے آپ ؐ کے خالق،خدائے علیم نے "بالمومنین رؤف رحیم" (التوبہ 128)سے تعبیر فرمایا ہے۔

اسی طرح ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کےلیے تشریف لے گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بیمار ہوا تو رسول اللہ حضرت ابو بکر کو لیے پا پیادہ میری عیادت کو تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، میں اس وقت اپنے قبیلے بنو سلمہ میں مقیم تھا۔آپ ؐ نے مجھے بے ہوشی کی کیفیت میں پایا۔ میں کچھ بھی سمجھ نہ پا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور پانی کے چھینٹے مجھ پر مارے۔ مجھے ہوش آگیا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے ہیں، میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! میں اپنے مال کا کیا کروں جبکہ نہ میرے والدین حیات ہیں اور نہ میری کوئی اولاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا تا آنکہ پھر میراث سے متعلق آیات نازل ہو گئیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ جواپنی بیماری کے دوران فوت ہونے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مال کی تقسیم کی بابت دریافت فرمارہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریبا ستر سال زندہ رہے، اور یہ منظر اپنی پوری جزئیات کے ساتھ ان کے ذہن میں محفوظ رہا۔

اس ضمن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی قابل غور ہے "مجھے ہوش آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرےسامنے تھے،۔ " گویا وہ ابھی اس لمحے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔

سب سے زیادہ جس بات نے رسول اللہ کو لوگوں کے دلوں میں بسا دیا تھا وہ ان کے درد و غم اور مشکل ترین وقت میں آپ ؐ کا ان سے ساتھ ہونا تھا۔ ہمارے پیارے رسول کا رویہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسا ہی تھا۔ مصیبت کی کوئی گھڑی ایسی نہ تھی جس میں آپ ان کے ساتھ ان کی دلجوئی کو موجود نہ ہوتے۔ اور خوشی کا کوئی ایسا لمحہ نہ تھا جس میں آپ ان کے ساتھ ان کی خوشیاں بانٹنے کو شریک نہ ہوتے۔ اس طرح آپ نے ؐ ان کے دلوں کی گہرائیوں میں اپنی جگہ بنا لی تھی۔

مدینہ کے باغوں میں

بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے بعض باغوں کی سیر کو نکل جاتے۔ وہاں جا کر آپ ؐ تروتازہ ہوتے اور درختوں کے سائے سے لطف اٹھاتے۔ آپ علیہ السلام اپنے خاص ساتھیوں کے ہمراہ وہاں مجلس بھی فرماتے۔ آپ ؐ اکثر بیرحاء تشریف لے جایا کرتے جو حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا باغ تھا۔ آپ ؐ وہاں جاتے، اس کے سائے تلے بیٹھتے اور وہاں کا صاف شفاف پانی نوش فرماتے۔ یہ باغ مسجد نبوی کے شمال کی طرف ہوا کرتاتھا، اور آج کل مسجد کی توسیعی دائرے میں شامل ہو کر معدوم ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ آپ ؐ انصار کے دیگر باغوں میں بھی جایا کرتے۔ اسی طرح کی ایک زیارت کا ذکر حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ملتا ہے۔ فرماتے ہیں:ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گردا گرد بیٹھے تھے ہمارے درمیان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بھی موجودتھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھے، اور آہستہ آہستہ چلتے ہم سے دور نکل گئے۔ ہمیں خدشہ ہوا کہ کہیں ہماری غیر موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ یعنی کسی دشمن وغیرہ کی جانب سے کوئی تکلیف۔چنانچہ ہم ڈر گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے، سب سے پہلے میں ہی اٹھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش میں نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ میں انصار میں سے بنو نجار کی دیوار تک آگیا، اور اس کے گرد گھومنے لگا تاکہ دروازہ تلاش کرسکوں،لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا، اس دوران میری نظر پانی کی نالی پر پڑی جو دیوار کے شگاف سے اندر کی طرف جارہی تھی، میں

سمٹ کر اس کے اندر داخل ہوگیا جیسے لومڑی گزرتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہیں۔ آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابوہریرہ؟ میں نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا جوتے دئیے اور فرمایا: میرے دونوں جوتے لے جاؤ جو کوئی بھی تمہیں دیوار کے پیچھے ملے اور وہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین رکھتا ہو، اسے جنتی ہونے کی خوشخبری سنادینا۔

جب آپ قباء جاتے تو اکثر اریس کنویں پر تشریف لے جاتے،یہ مسجد قباء کے مغربی جانب واقع تھا، اسی میں حضرت عثمان کے دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گری تھی اور جسے نکالا نہ جاسکا تھا، پھر مسلمان اقوام و ممالک ایک عرصے تک اس کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، وقت گزرنے کے ساتھ اب یہ کنواں پٹ چکاہے۔حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ اس کی بابت فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اریس کنویں میں داخل ہوئے جبکہ میں دروازے پر بیٹھ گیا،جو کھجور کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہوگئے اور وضو فرمایا۔ پھر میں اٹھ کر رسول اللہ کے پاس گیا تو آپ ؐ اریس کی منڈیر کے درمیان تشریف فرما تھے، آپ نے اپنی پنڈلیوں پر سے کپڑا ہٹایا اور انھیں کنویں میں لٹکا لیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جسے آپ ؐ پانی اور مٹی کے درمیان مار رہے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پھر وہاں سے ہٹ گیا اوردروازے پر آکر بیٹھ رہا، اور اپنے دل میں کہا: آج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان ہوں حالانکہ آپ ؐ نے مجھے اس پر مامور نہیں کیا۔پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اوراجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اجازت د ے دو اور جنت کی خوشخبری سنادو"۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا، اندر داخل ہوگئے اور آپ ؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف منڈیر پر آ بیٹھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری بھی، انھوں نے بھی اللہ کی حمد و ثنا کی اور منڈیر پر آپ ؐ کے بائیں جانب بیٹھ گئے، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آئے اوراجازت چاہی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انمیں اجازت د ے دو اور عنقریب پہنچنے والی تکلیف پر جنت کی بشارت سنا دو۔میں حضرت عثمان کے پاس آیا اور ان سے کہا: اندر آ جائیے رسول اللہ نے آپ کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے اس تکلیف پر جو عنقریب آپ کو پہنچے گی انھوں نے بھی اللہ کی حمد بیان کی پھر فرمایا: اللہ المستعان (اللہ ہی کی مدد درکار ہے)، خدایا! مجھے صبر عطا فرمانا۔ اور اندر داخل ہو ئے تو دیکھا کہ منڈیر تو بھر چکی ہے چنانچہ وہ ان کے سامنے منڈیر کی دوسری سمت جا کر بیٹھ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کے باغوں میں جانا جہاں ایک طرف خود کو تروتازہ رکھنے، مدینہ کی تپتی گرمی میں سایہ داردرختوں کی ٹھنڈک سے لطف اندوز ہونے، زندگی کی لطافت سے محظوظ ہونے اور روزمرہ معمولات کی انجام دہی کے لیے اپنے آپ کو تازہ دم رکھنے کے لیے ہوتا تھا وہیں دوسری طرف اس زیارت کاایک مقصد ان باغوں کے مالکان سے محبت، الفت اور اپنائیت کا اظہار بھی ہوتا، کہ وہ رسول اللہ کو اپنے اپنے احاطے میں آتا دیکھیں اور ان کی پاکیزہ اور بابرکت موجودگی سے فیضیاب ہوں۔ کیونکہ جہاں آپ قدم رنجہ فرماتے برکت اسی جگہ پر سایہ فگن ہو جاتی۔

وقفہ برائے قیلولہ

جب سورج خوب چڑھ آتا تو رسول اللہ اپنی اس زوجہ کے حجرے میں تشریف لے جاتے جن کی اس دن باری ہوتی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا کام جو آپ کیا کرتے وہ مسواک اور اہل خانہ کو سلام کرنا ہوتا پھر چار رکعات نماز چاشت ادا فرماتے، کبھی اس سے زیادہ یعنی چھ رکعات یا آٹھ رکعات بھی پڑھ لیتے۔

اگر صبح ناشتہ نہ کیا ہوتا اور کھانے کو کچھ آ جاتا تو اس میں سے کچھ لے لیتے اور اگرروزہ سے ہوتے اور کھانا پیش کیا جاتا تو روزہ افطار فرما لیتے۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ؐ سے کہا: فرمایا: یارسول اللہ!ہمارے ہاں ایک تحفہ آیا ہے، یا کوئی ملنے والاکچھ دے کر گیا ہے، اور میں نے اس میں سے آپ کے لیے بھی کچھ رکھ چھوڑا ہے۔ آپ ؐ نے پوچھا: اور وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: حیس ہے یعنی خشک دودھ، گھی اور کھجور کے آمیزے سے تیار شدہ کھانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لے آؤ۔ وہ لے آئیں۔ توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں روزہ سے تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ؐ اس وقت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ مصلی پر بیٹھی ذکر و تسبیح کر رہی ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبح کے وقت جب چھوڑا تھا تب بھی وہ اسی کیفیت میں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک تم اسی حالت میں ہو جس حالت میں میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا؟انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: میں نے آپ کے

پاس سے جانے کے بعد تین بار یہ چار کلمات پڑھے ہیں، اگر آپ کے آج کے ذکر کردہ کلمات کے ساتھ انھیں تولا جائے تو ان (چار) کلمات کا وزن زیادہ ہو گا، وہ کلمات یہ ہیں:سبحان اللہ وبحمدہ،عددخلقہ،ورضانفسہ،وزِنَۃعرشہ،ومِدَادکلماتہ''۔ (اللہ کی تعریف اور اسی کی پاکی ہے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کی رضا اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وقت گھر میں اپنے اہل خانہ کے لیے مخصوص تھا۔

بسا اوقات اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مسلمان خواتین اپنے ان مسائل سے متعلق استفسار کو حاضر ہوتیں۔ جو وہ مردوں کے سامنے پوچھتےشرماتی تھیں،یہ سوالات امہات المومنین کی موجودگی میں ہوتے جنھیں بعد ازاں انھوں نے خواتین کے خاص مسائل سے متعلق رسول اللہ کی رہنمائی جان کر امت کے لیے محفوظ کر لیا۔

اس ضمن میں ایک واقعہ درج ذیل ہے: ایک انصاری عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل حیض کی بابت دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا: تم پانی اور بیری کے پتے لو اور اس سے طہارت حاصل کرو، پھر اپنے سر میں پانی ڈالو اور اچھی طرح کنگھالو تاکہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے، پھر ان پر پانی ڈالو، اس کے بعد روئی کے خوشبودار پھاہے سے خود کو پاک کر لو۔ اس نے پوچھا: اس سے کیسے پاکی حاصل ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے پاکی حاصل کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرماگئے اور کچھ اعراض برتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میں نے دیکھا کہ آپؐ شرماگئے ہیں تو میں نے عورت کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، میں نے کہا:اس سےحیض کے خون کو صاف کر لینا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن رہے تھے چنانچہ آپؐ نے اس سے انکار نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ ؐ کے پاس آئیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: یارسول اللہ! اس بابت آپ کیا فرماتے ہیں اگر کوئی عورت خواب میں دیکھے کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کررہا ہے، توکیا وہ غسل کرے گی؟حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہا: ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تمام خواتین ہنس پڑیں۔ حضرت ام سلیم نے کہا:اللہ تعالی حق بات کہنے میں نہیں شرماتا، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایسا سوال کریں گی جو ہمارے لیے مشکل ہوگا، چہ جائیکہ اس پر خاموش رہیں!۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بات کی تائید کرتے ہوئے ام سلمہ سے فرمایا: بلکہ تمھارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم (عورتوں)میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے متعلقہ مسائل کے متعلق سوال کر لیتی ہے، ہاں ام سلیم! وہ عورت غسل کرے گی اگر وہ منی کے پانی کو محسوس کرے تو"۔حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یارسول اللہ! کیا عورت کا بھی پانی نکلتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا: تو پھر اس کا بیٹا اس کے مشابہ کیسے ہوتا ہے؟ یہ مردوں ہی کی طرح ہوتی ہیں۔

انصار کی خواتین استفسار اور تو ضیحی سوالات کرنے میں پر اعتماد تھیں یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرماتی ہیں: انصار کی عورتیں کیابہترین عورتیں ہیں کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں کسی قسم کی کوئی شرم مانع نہیں ہوتی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ؐ کے کچھ خاص ساتھی اپنے کسی کام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جاتے۔

چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں بستر پر لیٹے آرام فرمارہے تھے، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لبادہ پہنا ہوا تھا جس سے آپ کی

پنڈلیاں اور رانیں ننگی ہو رہی تھیں اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ ؐ نے انھیں اجازت دیدی اورآپ اسی حالت میں رہے، انھوں نے اپنا کام پورا کیا اور چلے گئے۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ ؐ نے انہیں بھی اجازت دےدی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز اسی حالت میں تھے، انھوں نے بھی اپنی ضرورت پوری کی چلے گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اپنے کپڑے برابر کیے پھر انھیں اندر آنے کی اجازت دی، وہ کمرے میں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی، اپنا کام کیا پھر واپس چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! ابوبکر داخل ہوئے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور نہ پروا کی، پھر عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے آپ نے کوئی حرکت نہیں فرمائی اور کچھ خیال نہ کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ بیٹھ گئے اور کپڑے درست کیے؟!نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں! عثمان ایک باحیا شخص ہیں، مجھے خدشہ ہوا کہ اگر میں عثمان کو اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دیتا تو وہ اپنی ضرورت بھی پوری نہ کر پاتے۔

جہاں تک آپ ؐ کے اس برتاؤ کا تعلق ہے جوآپ تنہائی میں اپنے گھر والوں سے روا رکھتے تو اس بابت بات کرتے ہوئے عائشہ فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھر میں اکیلے ہوتے تو نہایت نرم مزاج اور بہت مہربان ہوتے، آپ بالکل عام مردوں جیسے ایک مرد ہاں البتہ آپ ؐ بہت زیادہ ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے۔ گھر میں آپ ؐ صرف انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ ہمیشہ اپنے گھروالوں کی خدمت میں لگے رہتے، اپنے جوتے خود مرمت کر لیتے، اپنے کپڑے سی لیتے، بکری کا دودھ دھولیتے اور اپنے کام خود

کرلیا کرتے تھے۔ آپ ؐ اپنے گھر کا کام بالکل ویسے ہی کر لیا کرتے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر کا کام کرتا ہے۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کی جھلکیوں میں سے ایک جھلکی ہے۔ آپ ؐ اپنے گھر (جو صرف ایک چھوٹے سے کمرے پر مشتمل تھا) کا کام کاج اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے اہل خانہ کو اس مدد کی احتیاج ہوتی تھی بلکہ آپ یہ اہتمام صرف اپنی اخلاقی عظمت کی بنا پر فرماتے تھے۔

حیات نبوی کی اس جھلک میں ازدواجی زندگی کی باہمی الفت اور اپنی شریک حیات کی جانب التفات کے کیا کیا پیغامات مضمر ہیں!!

خدا ئے بزرگ و برتر کی ہزاروں رحمتیں ہوں انسانوں میں سے سب سے بہترین اور اپنے اہل خانہ کے لیے سب سے مہربان انسان پر!!!

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اہل خانہ کے ساتھ پیکر محبت ورحمت تھے، اسی طرح آپ کا گھر میں مسرت و راحت کا گہوارہ اور لطافت و ظرافت کا امتزاج تھا۔ ذرا ایک منظر ملاحظہ فرمائیے: ایک روز حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور اپنا ایک پاؤں حضرت عائشہ اور دوسرا حضرت سودہ کی گود میں رکھا دیا،حضرت عائشہ نے اس دن حریرہ (آٹے کا حلوہ) بنا رکھا تھا، انہوں نے حضر ت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا: یہ کھائیے۔ انہوں نے انکار کیا۔ اور بتایا کہ مجھے اس وقت اشتہانہیں ہے اس لیے نہیں کھاوں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کو کھانا پڑے گا ورنہ میں اسے آپ کے چہرے پر مل دوں گی۔ انہوں نے پھر انکار کردیا،حضرت عائشہ نے برتن میں سے تھوڑا سا اپنے ہاتھ میں لیا اور ان کے چہرے پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، اور حضرت

سودہ کی گود سے پاؤں مبارک اٹھالیا اور اپنا ہاتھ وہاں رکھ دیا تا کہ وہ بھی اپنا بدلہ لے سکیں پھر فرمایا: آپ بھی اس کے چہرے پر مل دیجیے۔ اس پر انہوں نے بھی برتن میں سے تھوڑا سا لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر مل دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی حرکتوں کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اس دوران جب یہ سب ہنس رہے تھے اور حجرہ مسرت انگیز قلقاریوں سے گونج رہا تھا جب انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جو مسجد میں اپنے بیٹے عبداللہ کو آواز دے کر بلارہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دونوں) اٹھ جاؤ اور اپنے چہرے دھو لو،ایسا معلوم ہوتا ہے عمر اندر آیا ہی چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہا: یا نبی اللہ! آپ پر اور اہل خانہ پر سلامتی ہو۔ کیا میں اندر آ جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندر آ جائیے، اندر آ جائیے۔

یہ سب ہنسی مذاق اسی مسجد کے وسیع احاطے میں ہو رہا تھا جسے رسول اللہ نے ہماری زندگیوں کا محور و مرکز گرداناہے۔ بلا شبہ ہمارے دین میں فراخی و کشادگی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے تھوڑا سا پہلے قیلولہ کے لیے لیٹ جاتے قبل فرماتے تھے،آپ ہمیشہ اپنے گھر اور اپنی ازاواج کے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے۔ سوائے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کے، ان کے، کبھی کبھار آپ ؐ ان کے ہاں جاتے اور قیلولہ بھی وہیں فرماتے، وہ آپ ؐ کی محارم میں سے تھیں، ایک دفعہ آپ ؐ سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:وہ میری محرم ہیں ان کا بھائی ہمارے ساتھ (جہاد کرتے ہوئے) قتل ہوا تھا۔

بسا اقات آپ ان کے گھر جاتے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے بستر پر سوجاتے، ایک دن اسی اثنا میں انھیں لایا گیا اور بتایا گیا کہ دیکھیےنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے

بستر پر آرام کررہے ہیں۔، یہ گرمی کا موسم تھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسینے سے شرابور تھے اور اس کے قطرے چارپائی پر بچھے چمڑے کے بستر پر گر رہے تھے، وہ آئیں اور پسینہ اکٹھا کرکے ایک شیشی میں ڈالنے لگیں، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ گئے، آپ ً نے علیہ السلام نے پوچھا: ام سلیم! یہ کیا کررہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! یہ آپ کا پسینہ ہے میں اسے اپنی خوشبو میں شامل کرتی ہوں، اور اسے اپنے بچوں کےلیے برکت کے طور پر استعمال کرتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ ٹھیک کرتی ہیں۔ پھر آپ ؐ نے ا ن کے لیے ایک خوبصورت دعا کی۔

جانبِ قباء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سنیچر کو پیدل یا سواری پر قباء تشریف لے جایا کرتے۔ وہاںمسجد میں نماز ادا فرماتے، کبھی اہل قباء (قبیلہ بنو عوف بن حارث کے لوگ) مسجد ہی میں آپ سے ملاقات کو حاضر ہو جاتے۔ آپ ؐ نماز پڑھ رہے ہوتے اور وہ حاضر ہو کر سلام کرتے تو آپ ؐ اشارے سے انمیں جواب مرحمت فرما دیتے۔

جب کبھی آپ ؐ قباء کےلیے نکلے ہوتے تو اس دن ام حرام بنت ملحان کے گھر قیلولہ فرماتے تھے یہ حضرت ام سلیم کی بہن اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم (رشتہ دار)تھیں۔

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے آپ ؐ کو کھانا کھلایا، اور آپ ؐ کا سر دیکھنا شروع ہو گئیں (جیسا کہ اکثر خواتین جوؤں کی صفائی کے لیے عادتا ایسا کرتی ہیں) اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی۔ پھر آپ ؐ ہنستے ہوئے جاگ گئے۔ ام حرام نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ؐ کس بات پہ ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے چند افراد اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے جاتے ہوئے مجھے دکھائے گئے،وہ سمندر کی موجوں پر سوار (یوں) جا رہے تھے، جیسے (جہازوں) کے تختوں پر بادشاہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! دعا فرمائیں اللہ تعالی مجھے بھی ان میں سے بنادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کےلیے دعا فرمائی پھر سر رکھ کر سوگئے۔ (اب کہ)بیدار ہوئے (تو پھر) ہنس رہے تھے۔ ام

حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ ؐنے فرمایا: میری امت کے چند افراد اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے جاتے ہوئے مجھے دکھائے گئے، وہ سمندر کی موجوں پر سوار (یوں) جا رہے تھے، جیسے (جہازوں) کے تختوں پر بادشاہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے بھی ان میں سے بنادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ آپ ان کے اولین افراد میں سے ہوں گی۔ چنانچہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں وہ سمندر کے سفر پہ گئیں، جب ان کی سواری سمندر سے نکلی تو وہاں گرنے سے ان کی شہادت ہوگئی

کیا ہی مبارک خوشخبریاں ہیں جو رسول اللہ پنے اصحاب کو دیا کرتے تھے!! جبکہ وہ جزیرہ عرب کے چھوٹے سے خطے میں رہتے اور تنگی ترشی کے ساتھ زندگی گزارا کرتے تھے۔۔ان حالات میں آپ ؐنے اپنی امت کو خوشخبری سنائی کہ وہ بحیرہ روم (جو مدینہ سے کوسوں دور تھا) میں اس طرح قوت و حشمت کے ساتھ اس سفر کریں گے جیسے تخت نشین بادشاہ کرتے ہیں۔

عرب اس زمانے میں (عموما) سمندری سفر پر نہیں جایا کرتے تھے چہ جائیکہ سمندر میں جا کر جنگیں لڑیں۔

معلوم نہیں آپ کے لیے زیادہ تعجب انگیز کیا ہے!! پیارے نبی ؐ کی یہ بشارت جو بظاہر اس وقت کے زمینی حقائق و امکانات سے بہت دور معلوم ہوتی تھی یا ام حرام کا اس خوشخبری پر غیر متزلزل ایمان و یقین۔ یہ سننے کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار بھی نہ پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہوگا جبکہ ہماری حالت یہ اور یہ ہے! اور یہ کب اور کیسے ہوگا؟ بلکہ جھٹ سے بولیں: آپ دعا فرمائیے اللہ تعالی مجھے بھی ان میں سے بنادے گویا یہ منظر وہ اپنی آنکھوں کے بالکل سامنے دیکھ رہی ہو ں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سہ پہر اور شامیں

سورج ڈھل آتا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی ذان دیتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاگ جاتے۔ اور اگر پہلے سے بیدار ہوتے تو موذن کے ادا کردہ کلمات کا جواب اس کے پیچھے وہی کلمات دہرا کردیتے جاتے۔ اگر وضو کی ضرورت ہوتی تو کر لیتے،پھر گھر میں ہی چار رکعت نماز ادافرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دئیے جاتےہیں، اور مجھے پسند ہے کہ اس وقت میرے اچھے اعمال اوپر چلے جائیں۔

اس کے بعد آپ ؐ گھر میں ہی نماز کے وقت کا انتظار فرماتے،اگر آپؐ کے پاس آپ کے بچوں میں سے کوئی موجود ہوتا جیسے حضرت فاطمہ کے صاحبزادے،حسن اورحسین، یا حضرت زینب کی بیٹی امامہ، تو آپ ؐ ان کے ساتھ کھیلنا شروع ہو جاتے تا آنکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ؐ کو نماز کی اطلاع دیتے۔

بسا اوقات نماز کے لیے گھر سے نکلتے وقت آپ ؐ اپنی زوجہ کو بوسہ دیتے، جب آپ ؐ گھر سے نکل آتے تو بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہتے، اور صحابہ آپ کو دیکھتے ہی (اپنی صفوں میں) کھڑے ہو جاتے۔

کبھی صحابہ آپ کو اس حال میں گھر سے نکلتے ہوئے دیکھتے کہ حسن یا حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یا امامہ بنت زینب آپ کی گردن پر سوار ہیں۔ جب نماز پڑھاتے تو بچے کو اپنے پہلو میں بٹھا لیتے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن یا حسین میں سے کسی ایک کو اٹھا ئے ہوئے گھر سے نکلے، (نماز پڑھانے کے لیے) آگے آئے اور انھیں ایک طرف بٹھا دیا۔ تکبیر بلند کی اور نماز پڑھانے لگے۔ اس دوران آپ نے بہت لمبا سجدہ کیا۔ حضرت شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو سجدے کی حالت میں وہ بچہ آپ کی کمر مبارک پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر آپ ؐ نے نماز ختم کر لی تو لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس قدر طویل سجدہ فرمایا کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو یا آپ پر وحی نازل نہ ہو رہی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے کچھ بھی نہیں تھا، بلکہ میرا بچہ مجھ پر سواری کر رہا تھا مجھے اچھا نہیں لگا کہ جلدی مچا کر اس کا مزہ کرکرا کر دوں۔

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور بچی آپ کے کندھے پر ہوتی، جب آپ ؐ رکوع فرماتے تو اسے اٹھا کر ایک طرف نیچے رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اٹھالیتے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھائے ہوئے کیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازظہر ہمیشہ اول وقت میں ادا کرتے۔ پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تقریباتیس آیات پڑھ لیا کرتے۔ پہلی رکعت کوطویل اور دوسری کو چھوٹا کر لیتے اور آخری دو رکعات میں اس سے (پہلی دو رکعات کی نسبت)آدھا حصہ تلاوت فرماتے۔

غالبا پہلی رکعت کو اس وجہ سے لمبا کیا کرتے تا کہ نماز کھڑی ہونے کے بعد اگر کوئی قضائے حاجت کے لیے بقیع گیا ہو اور واپس گھر آ کر وضو کر کے مسجد میں آئے تو اسے(

بسہولت) پہلی رکعت مل جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں سری تلاوت فرماتے تھے، لوگ آپ کی داڑھی کی حرکت سے آپ کی قرآت کا اندازہ لگا لیتے کبھی کبھی وہ ایک دو آیات سن بھی لیا کرتے۔

نماز سے فراغت کے بعد آپ ؐ اپنا رخ صحابہ کرام کی جانب موڑ لیتے، اگر کوئی حکم الہی نازل ہوا ہوتا یا کوئی اور مسئلہ درپیش ہوتا تو نماز ظہر کےبعد آپ ؐ لوگوں سے (اس بابت)خطاب فرماتے، اس لیے کہ یہ تمام افراد کے جمع ہونے کا وقت ہوتا تھا کیونکہ قیلولہ سے بیدار ہونے کے بعد زیادہ تر لوگ اسی وقت (مسجد میں) اکٹھےہوا کرتے تھے نیز اس وقت وہ لوگ ہشاش بشاش اور تازہ دم ہوتے کہ جو کچھ انہیں بتایا جا رہا ہوتا اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

اس ضمن میں آپ ؐ کا وہ خطبہ بھی قابل ذکر ہے جو آپ ؐ نے بنو مضر کے وفد کی آمد پر دیا جب آپ نے ان کے فقر و فاقہ کی کیفیت دیکھی تو غضبناک ہو گئے، چنانچہ نماز ظہر کے بعد آپ ؐ منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد آپ ؐ نے فرمایا: امابعد! اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:"یَآ اَیُّـھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّـذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ وَّخَلَقَ مِنْـهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْـهُمَا رِجَالًا كَثِيْـرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّـٰهَ الَّـذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚاِنَّ اللّـٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دئیے،، اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو، بے شک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ النساء آیت نمبر1۔

یَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّـٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللّـٰهَ ۚ اِنَّ اللّـٰهَ خَبِيْـرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا

سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقینا تمھارے ان سب اعمال سے با خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ سورۃ الحشر 18"

کوئی شخص چاہے تودینار صدقہ کرے چاہے تو درہم کر دے، چاہے تو اپنے کپڑے صدقہ کر دے یا ایک مٹھی جو یا مٹھی بھر کھجور صدقہ کردے" یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کھجور کی گٹھلی سے بھی (صدقہ کر سکتے ہو)"۔ یوں آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر ابھارا۔

اسی طرح آپ کا وہ خطبہ بھی ہے جو آپ ؐ نے اس دن ارشاد فرمایا جب حضرت ابن اللتبیۃ رضی اللہ عنہ سعایہ سے آپ ؐ کے پاس آئے تھے جنھیں آپ ؐ نے وہاں کا عامل مقرر کیا تھا۔ انہوں نے (کچھ مال آپ کے سپرد کرتے ہوئے)عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آپ کا ہے، اور یہ مجھے بطورہدیہ پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازظہر کے بعد لوگوں سے خطاب کیا، آپ ؐ نے اللہ تعالی کی وحدانیت کی گواہی دی، اس کے شایان شان حمدوثناء کی پھر فرمایا: میں تم میں کسی کو اس کام پر عامل بناتا ہوں جس کا اللہ نے مجھے والی بنایا ہے پھر وہ شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمھارا مال اور یہ میرا تحفہ،جو مجھے دیا گیا ہے۔ اسے اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہنا چاہیے تھا تا کہ اس کا تحفہ وہیں پہنچ جاتا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، تم میں سے جو بھی حق کے بغیر کوئی چیز لے گا وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس چیز کو اٹھائے ہوئے ہو گا بلکہ میں تم میں سے ہر اس شخص کو پہچان لوں گا جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اونٹ اٹھائے ہوئے ہو گا جو بلبلا رہا ہو گا یا گائے اٹھائے ہوئے ہو گا جو ڈکار رہی ہو گی یا بکری اٹھائے ہوئے ہو گا جو منمنا رہی ہو گی۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کیے کہ آپ کی بغلیں نظر آنے لگی، پھر فرمایا: خدایا! کیا میں نے پیغام پوری طرح پہنچادیا؟ خدایا! کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ خدایا! کیا میں نےپیغام پہنچادیا؟

ایک مرتبہ آپ ؐ نے نماز ظہر ادا کی، سلام پھیرنے کے بعد آپ ؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے، قیامت اور اس سے قبل وقوع پذیر ہونے والے بڑے بڑے حوادث ذکر کیے، پھر فرمایا: جوکوئی مجھ سوال کرنا چاہتا ہے وہ کرسکتا ہے،خدا کی قسم! تم (آج) جو بھی مجھ سے پوچھو گے، میں جب تک یہاں کھڑا ہوں، اس کا جواب دیتا رہوں گا۔ یہ سن کر لوگ بہت زیادہ رونے لگے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصرار بھی بڑھنے لگا کہ مجھ سے پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا: یارسول اللہ! میرے والد کون ہیں؟ (ان کے اس سوال کا سبب یہ تھا) کہ جب وہ کسی سے لڑائی کرتے تو انہیں ان کے والد کے علاوہ کسی اورکے نام سے پکارا جاتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کےوالد "حذافہ" ہیں۔ پھر جب سوال کرنے کے لیےآپ ؐ کا اصرار بڑھنے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:رضینابالله ربًّا،وبالإسلام دینًا،وبمحمدرسولا۔ہم تو اللہ تعالی کے رب ہونے پر، اسلام کے سچے دین ہونے پر اور محمد ؐ کے رسول ہونے پر راضی ہو چکے ہیں۔ جب حضرت عمر نے یہ کہا تو رسول اللہ ؐ خاموش ہو گئے۔ پھر (توقف کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ابھی ابھی میرے سامنے اس دیوار پر جنت اور دوزخ (بصورت تصویر) پیش کی گئیں،میں نے آج کے دن کی طرح خیر (جنت) اور شر(دوزخ) کو کبھی پہلے نہیں دیکھا، اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اس سے پہلے اس دن سے زیادہ بھاری (مشکل) دن کبھی نہ گزرا تھا۔انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اس حال میں کہ ان کی آہ و بکا کی گھٹی گھٹی آوازیں آ رہی تھیں۔

اور غالبا اس دن بھی آپ ؐ نے نماز ظہر کے بعد ہی خطاب کیا تھا جس روز حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ظہرکے بعد) منبر پر چڑھ گئے، اللہ

تعالی کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: ہم جب کبھی اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو لوگوں میں سے ایک ایسا شخص پیچھے رہ جاتا ہے جو بدمست بکرے کی طرح چھپتا پھرتا ہے، وہ کسی نہ کسی عورت کو (اپنی مقصد برآری کے لیے) تھوڑا سا دودھ یا کھانے پینے کی کوئی چیز دے دیتا ہے۔ خبردار! اگر اللہ نے کسی ایسے شخص پر قابو پانے کا موقع مجھے دے دیا تو میں اسے عبرتناک سزا دے کر اسے عورتوں سے دور کر دوں گا۔ پھر آپ نےنہ اس شخص کے لیے مغفرت طلب کی اور نہ ہی اسے برا بھلا کہا۔

گویا نماز ظہر کے بعد کےیہ خطبے کسی خاص مسئلے یا فوری پیش آمدہ معاملے کے پیش نظر دئیے جاتے تھے جن پر گفتگو کے لیے جمعہ تک کا انتظار کرنا ممکن نہ ہوتا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر لوٹ آتے،اور نماز ظہر کے بعد کی دو رکعات ادا فرماتے۔

پھر اپنے ساتھیوں کے پاس باہر آ جاتے اوربعض اوقات عصر تک انھی کے ساتھ بیٹھے رہتے، جیسا کہ ایک بار بنوعبدقیس کے وفد (کے لوگوں)نے آپ ؐ کو ظہر سے عصر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا تھا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کہ آپ ؐ اپنا یہ وقت مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں گزارتے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل قبا یعنی بنو عمرو بن عوف کا باہم کوئی مسئلہ ہوا ہے اور ان کی آپس میں جنگ ٹھن گئی ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ایک دوسرے پر پتھراؤ بھی کیا ہے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر ادا کی۔ پھر صحابہ سے فرمایا: " آؤچلیں اور ان کے مابین صلح کروا دیں"۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر نماز عصر کا وقت ہوجائے اور ہم واپس نہ آپائیں تو نماز کی امامت کے لیے ابوبکر کے پاس جانا۔۔ عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال نے اذان دی، جب نماز کا وقت آیا،اور رسول اللہ ہنوز واپس

تشریف نہ لائے تھے، تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا نماز کا وقت ہوچکا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہیں (قبا میں) ہیں۔کیا آپ نماز کی امامت کروا دیں گے؟انہوں نے جواب دیا: اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت بلال نے اقامت کہی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (امامت کے لیے) آگے آ گئے۔ انھوں نے تکبیر کہی، لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ کہ (اتنے میں) رسول اللہ چلتے ہوئے صفوں تک آن پہنچے اور ایک صف میں آکھڑے ہوئے (یہ دیکھ کر) لوگوں نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کردیا، مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے التفات نہ فرمایا۔ جب لوگوں کی (تالی کی) آوازیں تیز ہوگئیں تو ابوبکر نے توجہ کی اور رسول اللہ کو موجود پا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی کھڑے رہو،چنانچہ ابوبکر صدیق نے اپنے دونوںہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور حمدو ثناء پڑھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تھا،پھر واپس مڑے اور صف میں آ کرکھڑے ہوگئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔

نماز سے فراغت کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:"اے لوگو!تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب نماز میں تمھیں کچھ کہنا ہو تو ہتھیلیاں بجانے لگ جاتے ہو، یہ تصفیق (ہتھیلیاں بجانا) تو خواتین کے لیے مخصوص ہے۔ اگر تم میں سے کوئی (نماز میں)کچھ کہنا چاہے تو یوں کہے: سبحان اللہ۔ اور جب تم کسی کو " سبحان اللہ " کہتےسنو تو ضرور توجہ کیا کرو۔

'ے ابوبکر! کس شے نے آپ کو نماز کی امامت سے روک دیا جبکہ میں آپ کو اشار ے سے جاری رکھنے کا کہہ چکا تھا۔ انھوں نے جواب دیا: ابوقحافہ کےلیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔

اسی ضمن میں ایک واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسواف جانے کے متعلق ہے جو جنت البقیع کے شمال میں واقع ہے۔ آپ ؐ وہاں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کے مابین ان کے باپ کی وراثت تقسیم کرنے گئے تھے۔ یہ پہلی عورتیں تھیں جنہیں اسلام میں اپنے والد کی میراث سے حق ملا تھا۔ چاشت کے وقت آپ ؐ ان کے ہاں گئے تو انھوں نے روٹی اور گوشت کا ظہرانہ پیش کیا جو خاص طور پر آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا، انھوں نے کھانا پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا اور باقی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ کھایا۔پھر آپ ؐ نے ظہر کے لیے وضو کیااورباقی لوگوں نے بھی کیا اور آپ ؐ نے انھیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ باقی میراث کی تقسیم کے لیے بیٹھ گئےیہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا۔ اور آپ ان کے اس (تقسیم میراث کے) کام سے فارغ ہو گئے پھر انھوں نے (آپ کے ظہرانے سے) بچا ہوا کھانا دوبارہ پیش کیا جسے آپ اور دیگر حاضرین نے کھایا، پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو نماز عصر پڑھائی مگر نہ آپ نے وضو کیا اور نہ آپ ؐ کے ساتھ موجود لوگوں نے۔

بوقت عصر

جب عصر کی اذان ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیےلوگوں کے جمع ہونے کی انتظار کرتے۔ آپ علیہ السلام نماز عصر سے قبل چار رکعات ادا کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے" اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے جو نماز عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرتا ہے "۔

جب لوگ جمع ہوجاتے تب آپ ؐ گھر سے نکلتے اور نماز ادا فرماتے،عصر آپ ہمیشہ اول وقت میں پڑھتے جبکہ سورج ابھی پوری طرح چمک رہا ہوتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں:" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر جلدی ادا کرنے میں سب سے آگے تھے۔"۔ اس نماز میں آپ ؐ کی قرات کی مقدارنماز ظہر کی نسبت نصف ہوتی تھی۔

نماز کے بعد صحابہ کرام کی طرف رخ موڑ لیتے، اگر اس وقت کوئی اہم بات ان سے کرنا مقصود ہوتی تو کر لیتے۔ ایک دفعہ نماز عصر کے بعد آپ ؐ صحابہ کرام کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:" مجھے معلوم نہیں میں اس بارے میں آپ سے بات کروں یا خاموش رہوں!"۔ انھوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! اگر کوئی بھلی بات ہے تو ضرور ارشاد فرمائیے، وگرنہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:کوئی مسلمان جب پاکی حاصل کرتا اور طہارت کے جملہ لوازمات،جو اس پر واجب ہیں، کا پورا اہتمام کرتا ہے، پھر یہ پانچ (فرض)نمازیں ادا کرتا ہے تو یہ نمازیں ضرور ہی اس کے وہ تمام گناہ مٹا دیں گی جو ان کے درمیانی وقفوں میں اس نے کیے ہوں گے۔

ایک مرتبہ آپ ؐ نے عصر کی نماز ادا فرمائی، پھر لوگوں سے خطاب کے لیے کھڑے ہوئے، اور یوں ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی جب وضو کرتا ہے اور اسے اچھی طرح کرتا ہے، پھر کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ، وان محمد ا عبدہ ورسولہ کہتا ہے۔اس کےلیے ضرور جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، کہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے اور کوئی مسلمان جب وضو کرتا ہے اور اسے اچھی طرح کرتا ہے، پھر کھڑا ہوتا اور اپنے ظاہر و باطن کی حضوری کے ساتھ نماز دو گانہ ادا کرتا ہے، تو اس کےلیے جنت لازم کر دی جاتی ہے۔

نماز عصر کے بعد صحابہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چیت نماز ظہر کی نسبت کم ہوا کرتی، کیونکہ اس وقت عموما لوگ تھکے ماندے ہوتے اور انھیں اپنے کام کاج اور رات کے کھانے وغیرہ کی تیاری کے لیے جانا ہوتا۔

نماز عصر سے فراغت کے بعد گھر آتے، اور تمام ازواج مطہرات کے پاس باری باری چکر لگاتے، ہر بیوی کے ہاں جا کر ان کے قریب بیٹھتے، انھیں بوسہ دیتے اور سوائے کولھوں کے انھیں ہر جگہ چھو لیا کرتے۔ پھر آخر میں اس اہلیہ کے ہاں تشریف لے جاتے جن کی اس دن باری ہوتی، اور رات وہیں گزارتے۔

بسا اوقات سب ازواج مطہرات اسی گھر میں اکٹھا ہوجاتیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات گزارنا ہوتی تھی، اور یہ عموما تب ہوتا جب دن کا بہت کم حصہ باقی رہ جاتا اور آپ کے لیے تمام حجروں کےچکر کا وقت نہ بچتا۔ تب وہ اسی گھر میں آ جاتیں جہاں آپ ؐ کو آنا ہوتا تھا۔

اسی طرح کے ایک موقع پر وہ سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع تھیں کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی آ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں داخل ہوئے تو آپ ؐ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا توحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں:

یہ زینب ہیں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا۔ پھر دونوں آپس میں بحث کرنے لگیں یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، نماز کھڑی ہوچکی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، انھوں نے دونوں کی آوازیں سنیں، تو کہا: یارسول اللہ آپ نماز کےلیے تشریف لائیے اور ان کے منہ میں خاک ڈالیے۔ نبی کریم ؐ نماز کے لیے چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا لیں گے تو ابوبکر آئیں گے اور میرے ساتھ یہ اور یہ کریں گے پھر رسول اللہ ؐ نے نماز مکمل کی تو ابوبکر ان کے پاس آ گئے اور انھیں سخت سست کہا اور فرمایا کہ تم (رسول اللہ کے ساتھ) ایسا اور ایسا کرتی ہو!؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عصر کے بعد جب گھر آتے تو دو گانہ نماز پڑھتے باوجود اس کے کہ آپ ؐ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ایک بار ایسا ہوا کہ عبد قیس کے وفد کے لوگ اپنے قبیلے میں سے کچھ افراد کو قبول اسلام کے لیے آپ ؐ کے پاس لائے اس (مصروفیت)بنا پر آپؐ کی ظہر کی دو رکعات (سنت) رہ گئیں سو آپ ؐ نے انھیں عصر کے بعد ادا کر لیا۔ پھر آپ ایسا ہی کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی نفل نماز پڑھتے تو اس پر مداومت فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس ذات کی قسم جس نے آپ ؐ کی جان قبض کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کی یہ دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں، یہاں تک کہ آپ ؐ اپنے رب سے جا ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد کا کچھ وقت اپنے گھر میں اپنی بیویوں کے ساتھ گزارا کرتے تھے۔

جس طرح آپ ؐ کی اپنی ازواج کے ساتھ جمی محفلوں میں ازدواجی انس و محبت کا مظاہرہ چلتا رہتا، اسی طرح ان میں علمی تبادلہ خیال، سوال جواب اور مختلف ذہنی الجھنوں پر باہم گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہتا اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب (مذاکرے / مباحثے)

نہایت فراخ دلی اور اعلی ظرفی سے نمٹاتے۔ جیسے ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ؐ سے ان کی دعوت و تبلیغ اور جہاد کے دوران سب سے مشکل مرحلے کے بارے میں دریافت کیا۔ کہنے لگیں: یارسول اللہ! کیا آپ کی زندگی میں احد کے دن سے بھی زیادہ مشکل کوئی دن گزرا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تمھاری قوم (قریش) کی طرف سے میں نے کتنی ہی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ بھاری تھا۔ یہ وہ موقع تھا جب میں نے (طائف کے سردار) کنانہ بن عبدیالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا تب مجھے کچھ ہوش آیا۔ میں نے اپنا سر اٹھا یا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے، اور میں نے دیکھا کہ جبریل اس میں موجود ہیں۔ انھوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالی آپ کے متعلق آپ کی قوم کی باتیں سن چکا ہے،آپ کے پاس اللہ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اسے اس کا حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انھوں نے مجھے سلام کیا اور کہا: اے محمد اللہ تعالی آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا ہے، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں نتو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے یہ چکنا چور ہو جائیں)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: مجھے اللہ تعالی سے امید ہے کہ ان کی نسلوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو اللہ تعالی کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

حضرت عائشہ اور آپ کے مابین اس گفتگو کا انداز یہ تھا جیسے عائشہ آپ کے غموں کے متعلق جاننے کو بےتاب ہوں اور اس لیے وہ آپ ؐ سے آپ کی زندگی میں آنے والے سب سے

بھاری دن میں کی بابت کرید رہی ہوں۔ میاں بیوی کے درمیان یہ کیسی شعوری مطابقت/ افہام و تفہیم تھی!!

یہی (خواہش و دعا) تو اس نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی جسے اس کے رب نے معزز بنایا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اپنے رفیق اعلی سے ملاقات کو نہیں روانہ ہوئے جب تک آپ کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو گئیں اور آپ کی یہ خواہش پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ گئی۔ پس آپؐ نے انھی مشرک والدین کی نسل کو اللہ کی عبادت کرتے،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے اوررسول اللہ اور ان کے لائے پیغام کی نصرت کے لیے اپنی جانوں کی بازی لگاتے دیکھ لیا۔

ایک بار آپ ؐ نے اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن جس کا حساب لے لیا گیا گویا وہ (عذاب کے لیے) پکڑا گیا "۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ وہ کسی انجان بات کو سن کر اس وقت تک قبول نہ کرتی تھیں جب تک کہ بار بار پوچھ کر اسے خوب اچھی طرح جان نہ لیتی تھیں۔ سو انھوں نے اس پر آپ ؐسے پوچھا: لیکن کیا اللہ نے قرآن میں یوں ارشاد نہیں فرمایا" فسوف یحاسب حسابا یسیرا" (تو اس کا حساب آسان لیا جائے گا)۔ آپ ؐ نے جواب دیا " یہ حساب نہیں ہے، بلکہ اس کا پیش ہونا ہے، جس کا جرح کر کےحساب لیا گیا گویا اسے ضرور عذاب کے لیے دھر لیا گیا۔

ایک مرتبہ آپ ؐ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:" مجھے امید ہے کہ غزوہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں میں سے کوئی بھی ان شاء اللہ جہنم میں نہیں جائے گا۔انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں! اس پر آپ ؐ نے انھیں ڈانٹا۔ وہ بولیں: کیا اللہ پاک کا ارشاد نہیں ہے:"وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا(مریم 71) اور تم میں سے کوئی ایسا

نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کے ذمے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اور کیا تم نے یہ نہیں سنا:"ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰالِمِیْنَ فِیْہَا جِثِیًّا۔(المریم72)

پھر ہم ان لوگوں کو بچا لیں گے جو (دنیا) میں متقی تھے اور ظالموں کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیویوں کے مابین اس قسم کا تبادلہ خیال ممکن ہی نہ تھا اگر آپؐ ان میں شعوری بیداری کو متحرک نہ کرتے، ان پر وسعت فکری کی دروازے نہ کھولتے اور فکری تبادلہ خیال اور باہمی مکالمے کو قناعت اور یقین تک جانے کا ذریعہ نہ بناتے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نماز عصر کے بعد آپؐ کے کچھ ساتھی آپ کو کسی ایسے کام کے لیے لے جاتے جو انھیں رسول اللہ کو دکھانا پسند ہوتا، آپؐ ان کے ہمراہ چلے جاتے، ایک مرتبہ بنوسلمہ کے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد بلا بھیجا اس نے کہا: یارسول اللہ! ہم اپنا ایک اونٹ ذبح کر نا چاہ رہے ہیں ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی تشریف لائیں، اس وقت ان کے ہاں گوشت کی شدید قلت کی وجہ سے یہ(اونٹ کا ذبح ہونا) گویا ایک پر مسرت موقع تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور آپؐ کے ہمراہ آپ کے چند صحابہ بھی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اونٹ اس وقت تک ذبح نہیں کیا گیا تھا۔ پھر اسے ذبح کیا گیا پھر اس کا گوشت بنایا گیا، پھر اس میں سے کچھ پکایا گیا اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے سب نے اسے کھا لیا۔

کیا پیارا منظر ہوگا! جب گرما کے ایک سخت دن میں آپ ؐ بنو سلمہ کے ان گھروں کی جانب تشریف لے گئے ہوں گے، جو مدینہ کے شمال میں کچھ فاصلے پر واقع تھے۔اورمسجد نبوی سے کافی دور تھے۔ میرا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل ہی وہاں گئے ہوں گے تا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس اونٹ ذبح کرنے کی تقریب اور رونق میں شریک ہو سکیں، اور آپ ؐ کی اس شرکت سے ان کی خوشیاں دوبالا ہو گئی ہوں گی، ان کی تقریب کو چار چاند لگ گئے ہوں گے اور اونٹ ذبح کرنے اور تناول کرنے کا ایک عام سا واقعہ رسول اللہ کی اس ذبح کے وقت بابرکت موجودگی اور ان کے ساتھ کھانے میں شرکت کی خوشی میں تبدیل ہو گیا ہو گا۔

اس واقعے کے بعد کتنے عرصے تک بنو سلمہ کے لوگ اسی بابت باتیں کرتے رہے ہوں گے!!

یہ کتنے لطیف جذبات تھے اور کیسے نفیس احساسات تھے کہ جن کا پاس رکھنے کے لیے رسول اللہ خوشی کا کوئی موقع اور شادمانی کی کوئی گھڑی ہاتھ سے نہ جانے دیتے جب تک کہ ان کو بڑھانے کا سامان نہ کر دیتے۔

بلا شبہ! صحابہ کی زندگیوں میں رسول اللہ کی موجودگی نہایت دور رس اثرات کی حامل تھی۔

غروب آفتاب کے بعد

جب مغرب کی اذان ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دیر تک گھرمیں س نہ ٹھہرتے اور نماز کےلیے نکل جاتے۔ جب گھر سے نکلتے تو دیکھتے کہ صحابہ کرام جلدی جلدی نماز مغرب سے قبل دوگانہ ادا کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ آپ ؐ اس کی بہت ترغیب دیساکرتے تھے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: " مغرب سے سے پہلے دو رکعات (نفل) ادا کیا کرو، مغرب سے پہلے دو رکعات (نفل) ادا کیا کرو "۔پھر تیسری بار فرمایا: (تم میں سے)جو چاہے وہ (انھیں)پڑھ لے۔ یہ مختصر سی دو رکعات ہوتی ہیں کیونکہ مغرب کی اذان اورنماز کے درمیان وقت بہت کم ہوتا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے تو اقامت کہی جاتی، اور آپ ؐ نماز پڑھاتے۔ مغرب کی نماز بھی آپ ہمیشہ اول وقت میں ادا کرتے اورمکمل اندھیرا پھیلنے سے پہلے واپس بھی لوٹ جاتے، اس وقت اتنا اجالا باقی ہوتا تھاکہ اگر کوئی آدمی باہر نکل کر تیر سے نشانہ لیتا تو اپنے ہدف کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

مغرب کی نماز اور اس میں آپ ؐ کی قرات زیادہ تر مختصر ہوتی، بہت کم ایسا موقع آتا کہ آپ اس نمازمیں طویل قرات فرماتے۔ جیسے ایک بار آپ نے سورہ اعراف کی تلاوت فرمائی اور ایک بار سورہ طور کی۔ آپ کی آخری نماز جو آپ نے صحابہ کو پڑھائی وہ بھی نماز مغرب ہی تھی جس میں آپ نے سورہ مرسلات کی تلاوت فرمائی تھی۔

دیگر نمازوں کے برعکس اس نماز کے بعد آپ ؐ گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ لوگوں کے کھانے اور آرام کا وقت ہوتا تھا۔

مغرب کی نماز کے بعد آپ گھر لوٹ آتے اور دو رکعت (سنت) ادا فرماتے، پھر رات کا کھانا تناول فرماتے، زیادہ تر آپ کے عشائیے کا وقت یہی سہوتا، ہاں البتہ اگر (کسی دن) آپ ؐ روزے سے ہوتے تو اس صورت میں اہل خانہ نماز مغرب سے قبل آپ کے لیے کھانا لگا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر شام کا کھانا آجائے تو اسے نماز مغرب ادا کرنے سے قبل تناول کر لو اور کھانے کے دوران جلدی نہ مچاؤ"۔ "۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو شام کے کھانے میں اپنے ساتھ نادار مسلمانوں کو شریک کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ فرماتے: جس کے پاس دو افرادکا کھانا ہو تو کسی تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے، اورجس کے پاس چار لوگوں کا کھانا ہو تو وہ پانچویں اور چھٹے شخص کو اپنے ہمراہ لے جائے"۔

بسا اوقات اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں موجود کھانا کافی مقدار میں ہوتا تو آپ دس افراد کو اپنے ساتھ لیے گھر آتے تا کہ رات کا کھانا ان کے ساتھ مل کر کھائیں، اور بعض اوقات گھر جاتے تو کھانے کو کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ ہوتا۔اور کبھی یہ حالت ہوتی کہ کئی روز تک گھر میں کسی ذی روح کے کھانے کو کچھ بھی نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جو تھکا ماندہ اور بھوک سے نڈھال تھا اور اس کا چہرہ فاقہ کشی اور تنگدستی سے زرد پڑ چکا تھا، وہ زبان حال سے پکار رہا تھا: اے اللہ کے رسول! مجھے مشقت اور تنگدستی نے مار دیا ہے۔ آپ نے فورا اپنے اہل خانہ کی طرف پوچھنے کے لیے بندہ بھجوایا تا کہ اگرکھانے کو کچھ دستیاب ہو تو اس تنگدست کو کھلایا جاسکے، انھوں نے جواب دیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے

ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ بھی موجودنہیں ہے۔ پھر آپ ؑ نے دوسری زوجہ محترمہ کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات کے پاس پیغام بھجوایا اور سب کے احوال اور جواب ایک جیسےہی تھے۔: "اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ہمارے پاس پانی کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنےصحابہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: کون آج رات اس (شخص) کی ضیافت کرے گا؟۔حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یارسول اللہ! میں کروں گا۔ حضرت ابوطلحہ اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اس کی مہمان نوازی کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا زمین پر سادہ دستر خوان میں لپیٹ کررکھا جاتا تھا آپ نے کبھی کسی آراستہ دسترخوان پر کھانا نہیں کھایا۔

جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ ؐ " بسم اللہ " کہتے اور اپنے بالکل سامنے سے کھانا کھاتے، اپنے سامنے رکھے کھانے میں ہاتھ نہیں مارتے تھے بلکہ کھانے کےلیے صرف اپنی تین انگلیاں استعمال کرتے، پلیٹ کے ایک طرف سے کھانا کھانے کی تاکیدفرماتے تھے،اوردرمیان سے اٹھا کر کھانے سے منع کرتے۔ فرماتے کہ " اس (ایک طرف سے کھانے میں)میں برکت ہوتی ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں کسی قسم کا تکلف نہیں فرماتے تھے،بلکہ جو میسر ہوتا وہی تناول فرمالیتے۔ اہل خانہ سے پوچھتے: " کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟"کبھی جواب ملتا: ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور کبھی وہ لوگ کہتے: ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: سرکہ تو کیا ہی اچھا کھانا ہے۔

آپ ؐ نے کسی کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں نکالا، اگر دل چاہتا تو کھالیتے وگرنہ اسے چھوڑدیتے۔

جب آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ کھانے کو بیٹھتے تو یہ مجلس ہلکی پھلکی محبت بھری گفتگو، ادب آداب یا علم سکھانے کی کسی بات سے مزین ہو جاتی۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما کا ہے جب وہ بچے تھے تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت پرورش پائی، وہ آپ کی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ایک باروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھارہے تھے اور ان کا ہاتھ پورے برتن میں گھوم رہا تھا، وہ سارے برتن میں سے گوشت ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھارہے تھے، (یہ دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سےفرمایا: اے پیارے بچے!اللہ کے نام سے شروع کیا کرو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس (دن)کےبعد سے میں نےکھانے کا یہی طریقہ اپنا لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوشت اور ثرید کی ایک رکابی رکھی گئ، جس میں گوشت بھی تھا، آپ نے (اس میں سے)دستی کا گوشت کھالیا،بکری کے گوشت کا یہی حصہ آپ کا پسندیدہ تھا۔آپ نے اپنے دانتوں سے اس بوٹی کو کاٹا اور فرمایا: میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا"۔پھر دوبارہ اس سے گوشت اتارا۔ پھر فرمایا: میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا"۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ کرام یہ سن کوئی سوال نہیں کررہے تو فرمایا: تم پوچھتے کیوں نہیں ہو کہ کیونکر؟ اس پر انھوں نے پوچھا:کیسے یا رسول اللہ؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا:اللہ تعالی قیامت کے دن اگلوں اور پچھلوں سب کو آن واحد میں اکٹھا کرے گا اس طرح کہ دیکھنے والا سب کو ایک ساتھ

دیکھ سکے گا، آواز دینے والے کی آواز ہر جگہ سنی جا سکے گی اور سورج ان کے سروں پر بالکل قریب آ جائے گا تو ان میں سے بعض ایک دوسرے سے کہیں گے: دیکھتے نہیں کہ تم کس تکلیف میں مبتلا ہو اور یہ مصیبت کس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کیوں نہ کسی ایسے شخص کو تلاش کیا جائے جو اللہ کی بارگاہ میں ہم سب کی شفاعت کر دے۔ پھر بعض لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: آدم علیہ السلام کو لاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت والی طویل حدیث بیان فرمائی۔

کھانے سے فارغ ہوکر آپ ؐ اپنی انگلیاں چاٹ لیا کرتے۔آپ ؐبرتن کو اچھی طرح صاف کرنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے: تم لوگ نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں تمھارے لیے برکت رکھی گئی ہے۔

جب دسترخوان اٹھالیا جاتا تو آپ ؐ یہ دعا پڑھتے تھے۔"«

الحمدُلله حمدًاكثيرًاطيِّبًامباركًافيه،الحمدُلله الذي كفاناوأَرْوَانا،غيرَمَكْفِيٍّ،ولامَكْفُورٍ،ولامُوَدِّعٍ،ولامُسْتَغْنًى عنه ربِّنَا،اللهمَّ إنك َأطْعمْتَ وأَسْقيتَ وأَغْنيتَ وأَقْنَيتَ وهَدَيْتَ وأَحْييتَ،اللهمَّ فلك الحمدُعلى ما

أعطيت"۔(تعریف اللہ کے لیے ہے ایسی تعریف جو بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔ ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمارے لیے اسے کافی کر دیا اور ہمیں سیراب کر دیا اس حال میں کہ اس کی ذات کسی کی محتاج نہیں اور نہ ہی اس سے بے نیازی برتی جا سکتی ہے اے ہمارے رب۔ خدایا! بے شک تو نے ہی ہمیں کھلایا اور تو نے ہی ہمیں سیراب کیا اور تو نے ہی افزودہ کیا اور تو نے ہی فراہم کیا اور تو نے ہی ہدایت بخشی اور تو نے ہی زندگی عطا کی۔ تو اے ہمارے رب! سارا شکر تیرے ہی لیے ہے ہر اس چیز پر جو تو نے عطا کی۔۔

کھانے کے بعدآپ ؐ اپنا منہ دھو لیتے تھے اور دودھ پینے کے بعد بھی ایسا ہی کیاکرتے۔ فرماتے تھے:اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔

شام کے کھانے کے بعد آپ نبیذ نوش فرمایا کرتے جو صبح کے وقت ہی آپ کے لیے تیار ہونے کو رکھ دی جاتی تھی۔ اسی طرح جب دن کا کھانا کھاتے تو اس کے بعد بھی نبیذ پیتے جسے (گذشتہ روز) عشاء کے وقت سےتیار ہونے کے لیے رکھا ہوا ہوتا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے کسی کے ساتھ کھانا کھا رہے ہوتے تو دوران طعام ان سے الفت کا اظہار کرتے۔ آپ ؐ کہا کرتے تھے:" حتی کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔"

اس طرز کا ایک واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلایا کرتے، اورجب میں حالت حیض میں ہوتی تو بھی ہم اکٹھے کھانا کھایا کرتے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سالن سے کوئی ہڈی والی بوٹی اٹھاتے اور اس میں سے مجھے بھی دیتے۔میں اپنے دانتوں سےاس کا کچھ حصہ کھا لیتی اور اسے واپس رکھتی تو آپ اٹھا لیتے اور اپنے دانتوں سے توڑ کر اسے کھا لیتے، آپ اسی جگہ سے اسے اپنے منہ میں ڈالا کرتے جہاں سے میں نے وہ بوٹی کھائی ہوتی۔ پھر مشروب کی باری آتی تو اسے بھی خود نوش فرمانے سے قبل مجھے پیش کرتے۔ میں اسے لے کر اس میں سے پی لیتی پھر اسے رکھتی تو آپ اسے لے کر پی لیتے اور عین اسی جگہ اپنا منہ لگاتے جہاں اس پیالے سے میں نے منہ لگا کر پیا ہوتا۔

سبحان اللہ!! لازوال الفت کے کتنے ہی پیغام ایک محبت کرنے والے شوہر کے دل سے نکل کر چاہت کی اس خوبصورت ادا کے ذریعے اس کی محبوب بیوی کے دل تک منتقل ہو جاتے

تھے۔ اور کس طرح یہ کھاناجسم کے لیے (قوت فراہم کرنے والی) غذا بننے کے ساتھ ساتھ دل (میں بسی محبت کی افزائش) کے لیے بھی خوراک بن جاتا۔

نماز عشاء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی اذان تک گھر میں ہی تشریف فرما رہتے۔نماز عشاء کی ادائی میں آپ ؐ جلدی نہیں مچاتے تھے بلکہ کچھ ٹھہر جاتے۔ دیکھتے کہ اگر صحابہ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی نماز پڑھا دیتے وگرنہ تاخیر فرماتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو آپ ؐ اس نماز کوتاخیر سے پڑھنا (پڑھانا)پسند کرتے۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اورآوازدی: یارسول اللہ! عورتیں اور بچے توسو گئے ہیں۔ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے جبکہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ اپنی کنپٹی سے قطرےصاف کرتے جارہے تھے۔ پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہی عشاء کا (اصل)وقت ہے، اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اسی وقت عشاء پڑھنے کا حکم دیتا۔

ایک رات نماز کھڑ ی ہو چکی، تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا:یارسول اللہ! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سننے لگے وہ سرگوشیوں کے سے انداز میں آہستہ آہستہ بات کر رہا تھا یہاں تک کہ (نماز کے لیے کھڑے) بعض لوگ اونگھنے لگے۔

نبی کریمؐ نماز کو ہر اعتبار سے نہایت ہلکا پھلکا اور مختصر رکھنے والوں میں سے سب سے آگے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہلکی پھلکی مگر مکمل نماز کسی اور امام کے پیچھے نہیں پڑھی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران جب کسی ماں کے ساتھ آئے بچے کی رونے کی آواز سنتے تو کوئی چھوٹی سورت تلاوت فرماتے تاکہ اس کی والدہ پر گراں نہ گزرے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے:"میں کبھی نماز(پڑھانا) شروع کرتا ہوں اور اسے طویل کرنا چاہتا ہوں، پھر کسی بچے کا روناسنتا ہوں،تو اسے مختصر کردیتا ہوں،کیونکہ مجھے علم ہے کہ اسے سن کر اس کی ماں شدید پریشان ہو جاتی ہے۔ "۔

نماز عشاء کے بعد،اگرکوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا جس پر آپ صحابہ سے بات چیت کرنا چاہتے، تو ان سے گفتگو فرماتے۔

اپنی زندگی کے آخری حصے میں ایک رات آپؐ نے نماز عشاء پڑھائی، پھر جب سلام پھیرا تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: آج کی یہ رات تمھاری وہ رات ہے کہ اس رات سے سو برس کے آخر تک کوئی شخص جو زمین پر موجود ہے باقی نہ رہے گا۔"

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں بہت تاخیر کی، پھر صحابہ کو نمازپڑھائی اور ان سے خطاب کیا۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں میں سے کچھ نے نماز پڑھ لی اور سو گئے لیکن تم لوگ جس وقت سے نماز کے انتظار میں بیٹھے رہے ہو گویا نماز کی حالت ہی میں رہے ہو۔ "

ایک مرتبہ آپؐ نے عشاء میں اتنی تاخیر کی کہ آدھی رات ہو گئی تب آپؐ گھر سے نکلے اور نماز پڑھائی پھر جب نماز پوری کر چکے تو حاضرین سے گویا ہوئے: اپنی اپنی جگہ وقار سے بیٹھے رہو اور ایک خوشخبری سنو، یہ اللہ کا تم پر خاص کرم ہے کہ تمھارے سوا دنیا میں کوئی

بھی ایسا آدمی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو۔ " چنانچہ اس دن صحابہ کرام اپنے حق میں رسول اللہ کی اس بشارت کو سن کر خوشی خوشی اپنے گھروں کو لوٹے۔

عشاء کے بعد آپ ؐ کی گفتگو نہایت مختصر اور کبھی کبھار ہی ہوا کرتی۔ اس لیے کہ آپ لوگوں کی تھکاوٹ اور نیند کا لحاظ کرتے ہوئے عشاء کے بعد (زیادہ) بات چیت کرنا پسند نہیں کرتے تھے

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اپنی جگہ پر ہی تشریف فرما رہتے۔ تا کہ پہلے خواتین گھروں کو لوٹ جائیں پھر جب عورتیں اپنے گھروں میں داخل ہوجاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں سے تشریف لے جاتے۔ اورجب آپ ؐ اٹھتے تو ہی باقی لوگ اپنی جگھوں سے اٹھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راتیں

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر آ جاتے۔ اور عشاء کے بعد کی دو رکعات ادا فرماتے۔پھر دو گھڑی اپنے اہل خانہ کے ساتھ گفتگو کرتے، ان کی دلجوئی فرماتے اور سونے سے قبل کی ہلکی پھلکی بات چیت کرتے۔ کبھی اپنے بعض اصحاب کے ہاں جا کر بھی رات کی ہلکی پھلکی گفتگو فرما لیتے جیسے بعض اوقات کسی انصاری صحابی کے ہاں جا کر، اور کبھی ابو بکر اور عمر کے گھر میں مسلمانوں کے معاملات پر گفتگو رہتی۔ پھر آپ واپسی کے لیے نکلتے تو وہ دونوں حضرات بھی ساتھ ہو لیتے اور راستے بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے محظوظ ہوتے یہاں تک آپ کے ہمراہ مسجد تک آ پہنچتے۔

کبھی راستے میں آپ ؐ کو اپنے ساتھیوں میں سے کوئی قرآن پڑھتے مل جاتا تو اس کی خوبصورت قرات کو سننے کے لیے وہاں ٹھہر جاتے۔جیسا کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو ان کی تلاوت سننے کےلیے ٹھہر گئے۔ پھر جب صبح میں آپ ؐ کی ملاقات ان سے ہوئی تو فرمایا:اےابوموسی! کاش کل رات تم مجھے دیکھتے جب میں تمھاری قرات سن رہا تھا۔ یقینا آپ کو حضرت داؤد کی مزامیر سے نوازا گیا ہے۔

ایک رات آپ ؐ مسجد میں داخل ہوئے، تو وہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔وہ سورۃ النساء کی تلاوت کررہے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاوت سننے کےلیے کھڑے ہوگئے۔ پھر آپ ؐ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر

رضی اللہ عنہ سے (مخاطب ہو کر)کہا:جو کوئی چاہتا ہے کہ قرآن کو اسی کیفیت میں تلاوت کرے جیسے وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد کی طرح تلاوت کیا کرے"۔

جب مسجد میں آتے تو اتنی آواز سے سلام فرماتے تھے کہ ہر جاگا ہوا شخص سن لیتا اور سوئے ہوئے کی آنکھ نہ کھلتی۔ اس زمانے میں نادار مسلمان مسجد نبوی میں ہی سوجایاکرتے تھے۔

آپ ہمیشہ گھر میں داخل ہونے سے قبل مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔

گھر جانے کے بعد اگر سونے کا ارادہ ہوتا تو اپنے کپڑے کم کرلیتے تھے، ایک (چادر نما) کھلا کپڑا بستر پر اپنے سرمبارک کے قریب رکھے رہتے تھے، جسے بطور تہبند باندھ لیتے اور کپڑے اتار کر لٹکادیتے تھے۔پھرزوجہ محترمہ کے ساتھ ایک ہی لحاف میں سوجاتے، آپ ؐ کا بستر کھال کا بنا ہوا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور کھال کا ہی ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال کی ہی بھرائی تھی اسی پر آپ اور آپ کی زوجہ دونوں سر رکھتے تھے۔

جب نیند کا ارادہ فرماتے تو اپنی مسواک سر کے قریب رکھ دیتے تھے،تاکہ آنکھ کھلنے پراس سے مسواک کرسکیں۔ دن ہو یا رات، جب بھی نیند سے بیدار ہوتے تو سب سے پہلے مسواک ہی فرماتے۔

مسواک استعمال کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دھونے کےلیے دیدیتے تھے، وہ اسے دھو کر خود بھی اسی سے مسواک کر لیتیں تاکہ آپ ؐ کے لعاب مبارک کے پاکیزہ اثرات سے فیضیاب ہوں، پھر اسے دھوتیں اور آپ کو دے دیتیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک مبارک نہایت صاف اور ہمیشہ آپ کی پہنچ میں ہوتی۔ اپنے معطراور پاکیزہ دہن مبارک کی صفائی کے لیے آپ نے اسے اپنے لیے لازم قرار دے

رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے دانتوں کے متعلق صلی اللہ علیہ وسلم پ کو یہ ڈر ہونے لگا کہ کثرت استعمال سے کہیں یہ گر ہی نہ جائیں۔ مسواک کے کثرت استعمال کی وجہ یہ تھی کہ آپ ؐ اپنے دہن مبارک کو، جس سے آپ فرشتوں سے ہم کلام ہوا کرتے تھے، اس کے زریعے سے صاف رکھ سکیں جس طرح آپ اسے پیاز اور دیگر ترکاریوں کی بو سے بھی دور رکھا کرتے تھے۔اگر آپ کو ایسی چیزیں کھانے کا کہا جاتا تو آپ ؐ فرماتے " مجھے اللہ کے فرشتوں سے حیا آتی ہے، یہ کوئی حرام اشیاء نہیں ہیں۔ مگر میں فرشتوں سے کلام کرتا ہوں جن سے تم ہمکلام نہیں ہوتے"۔

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک میں بہت باقاعدہ تھے، اور بیداری کے بعد مسواک ہی سے کام کا آغازکیا کرتے یہاں تک کہ سوتے وقت بھی اپنے سرہانے کے قریب رکھ کر سوتے تھے۔

اس کے بعد آپ ؐ اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ کچھ دیر باہمی پیار و محبت کی باتیں کرتے۔ آپ مدینہ کی اس خوبصورت پرسکون اور خاموش رات میں ایک محبت نچھاور کرتے مہربان شوہر اور اس کی وفادار محبوب بیوی کے مابین جاری اس دھیمی دھیمی گفتگو کا تصور کر سکتے ہیں جو دل میں کیف و انبساط کی لاشعوری کیفیات بیدار کرتی اور ازدواجی تعلق کی بنیادوں کو قلب و روح میں مزید گہرا اور مستحکم بنا دیتی ہے۔

ان خوبصورت سرگوشیوں کے بعد اگر بطور شوہر آپ کو خواہش پوری کرنا ہوتی تو اسے پوری فرماتے اور اگر زوجہ حالت حیض میں ہوتی تو بھی اسے ازدواجی خوشی اور تسکین سے محروم نہ کرتے۔ حائضہ بیوی کے ساتھ جماع کے علاوہ آپ ؐ سارے معاملات فرمایا کرتے تھے، آپ زوجہ محترمہ کو ازاربند پہن لینے کا کہتے تاکہ ان سے جماع کے علاوہ وہ سب کچھ کر سکیں جو ایک شوہر اپنی بیوی سے کرتا ہے۔

اس (امر) میں بیوی میں دلچسپی لینے اور اس پر توجہ نچھاور کرنے کی طرف اشارہ بھی موجود ہے اور اس فطری عمل کے دوران خوبصورت ازدواجی تعلق کے رنگ مدھم نہ کرنے کی ترغیب بھی۔

چنانچہ اسی ضمن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے لحاف میں تھی جب مجھے محسوس ہوا کہ مجھے حیض آگیا ہے، میں لحاف سے نکلنے لگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ کو حیض آ گیا ہے۔ میں نے جواب دیا:مجھے حیض محسوس ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" یہ (عمل)اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے لکھ دیا ہے"۔پھر فرماتی ہیں کہ میں لحاف سے نکلی، اپنی حالت درست کی اور واپس آگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:آجاؤ، میرے ساتھ لحاف میں سوجاؤ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:آپ علیہ السلام نے مجھے اپنے ساتھ لحاف میں سلالیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سونے سے پہلے غسل جنابت فرمالیتے،اورکبھی وضو پر اکتفا کر کے سوجاتے اور غسل کو صبح جاگنے تک موخر کر دیتے۔

بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجہ محترمہ ایک ہی برتن سے غسل فرمالیتے، جب ان کے ہاتھ اس برتن میں (پانی لیتے ہوئے) آپس میں ٹکراتے تو وہ کہتیں: مجھے لینے دیں،مجھے لینے دیں۔ اور آپ ؐ کہتے: مجھے لینے دو، مجھے لینے دو۔ گویا زوجین کی باہمی دل لگی اور اظہار الفت کا یہ ایک خوبصورت انداز تھا۔

جب آپ ؐ بستر پر تشریف لے آتے تو یہ دعا پڑھتے:"«الحمدُلله الذي َاطعَمناوسقانا،وكفاناوآوانا، فكم ممنَّ لا كافي له ولامُؤْوِي،الحمدلله الذيَ من علَّيَي فأَفْضَل،الحمدلله الذي أعطاني فأَجْزَل،الحمدلله على كل حال،اللهمَّ ربَّ كلِّ شيءٍ،ومالك كلِّ

شيءٍ،وإلهَ كلِّ شيءٍ،لك كلُّ شيءٍ،أعوذبك من النار 235(»(شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا، اورہمیں (ہر مشکل) میں کافی ہوا اور ہمیں ٹھکانا مہیا کیا، تو کتنے ہی لوگ ہیں جنھیں نہ کوئی کفایت کرتا ہے اور نہ ہی ان کو کوئی ٹھکانہ دینے والا ہے، حمد اسی اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ پر احسان کیا تو بہترین کیا، اورساری تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے دیا اور بہت سخاوت کی، ہر حال میں اللہ ہی کی حمد ہےاے میرے اللہ جو ہر چیز کا رب ہے، ہر چیز کا مالک ہے، اور ہر چیز کا معبود ہے، سب کچھ تیرے لیے ہے، میں(جہنم) کی آگ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔)

پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے اور ان میں پھونک مارتے اور قل ھو اللہ احد (سورۃا لاخلاص)، قل اعوذ برب الفلق (سورۃ الفلق) اور قل اعوذ برب الناس (سورۃ الناس) پڑھتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر، چہرہ اور جسم کے سامنے کے حصوں پرتین بار ہاتھ پھیرتے۔

جب سونے کےلیے لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے، اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے اور یہ دعا پڑھتے:" «اللهمَّ باسمك أموت،وباسمك أحيا،اللهمَّ قِنِي عذابك يومَ تبعثُ عبادَك)۔اے اللہ میں تیرے نام سے مرتا اور تیرے نام سے ہی جیتا ہوں، اے اللہ! مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچا لیناجس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ اٹھائے گا۔

بسم الله وضعتُ جنبي،اللهمَّ اغفرْلي ذنبي،واخْسَأْشيطاني،وفُكَّ رِهاني، وثَقِّل ميزاني،واجعلني في الرِّفِيق الأَعْلى)۔اللہ کے نام پر، میں اپنے پہلو پر لیٹ گیا، اے اللہ!میرے گناہ کو بخش دے اور میرے شیطان کو ذلیل کر کے دھتکار دے اور میرے رہن کو چھڑوا دے اور میرے میزان کو بھاری کردے، اور مجھے (آخرت میں) رفیق اعلی کے ساتھ رکھنا"۔ "

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے کئی دیگر اذکار بھی پڑھا کرتے تھے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

"اللهمّ ربّ السماوات السبع،وربّ الأرض،وربّ العرش العظيم،ربّناوربِّ كلِّ شيء،فالقَ الحبِّ والنّوى،ومنزِل التوراۃِوالإنجيل والفرقان،أعوذبك من شرّ كل ذي شرٍّأنت آخذٌبناصيته،اللهمّ أنت الأولُ،فليس قبلك شيءٌ،وأنت الآخرُ،فليس بعدك شيءٌ،وأنت الظاهرُ،فليس فوقك شيءٌ،وأنت الباطنُ،فليس دونك شيءٌ،اقضِ عنّاالدينَ،وأَغْنِنامن الفقر(239اے اللہ، ساتوں آسمانوں کے رب، اورزمین کے رب، اورعرش عظیم کے رب، ہمارے رب اور ہر چیز کے رب، دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر(پودے اور درخت) نکالنے والے اور تورات وانجیل اور فرقان کریم کے نازل کرنے والے، میں ہر اس برائی کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے، اے خدا تو ہی اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں اور تو ہی آخرہے، تیرے بعد کوئی شے نہیں اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی شے نہیں اور تو ہی باطن ہے، تیرے پیچھےکوئی شےنہیں،ہمارے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقر سے بے نیازی عطا کردے۔)

«اللهمَّ أسلمتُ نفسي إليكَ،ووجَّهتُ وجهي إليكَ،وفوَّضتُ أمري إليكَ، وألجأتُ ظهري إليكَ،رغبةًورهبةًإليكَ،لامَلْجَأولامَنْجَامنكَ الّا إليكَ،آمنتُ بكتابك الذي أنزلتَ،وبنبيكَ الذي أرسلتَ(خدایا، میں نے اپنی جان کو تیرے حوالے کردیا اور اپنا رخ تیری طرف موڑ دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا، اور تیری پناہ لےلی تیری طرف رغبت کی وجہ سے اور تجھ سے ڈر کر، تیرے سوا کوئی پناہ گاہ اور جائےنجات نہیں ہے،میں تیری (اس) کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے نازل کیا ہے اور تیرے(اس)نبی پر(بھی) جسے تو نے بھیجا ہے)۔

بسا اوقات قرآن پاک سے بعض سورتیں بھی تلاوت فرماتے، جیسے کبھی سورۃ السجدہ اورسورۃ الملک کی تلاوت فرماتے، اور کبھی سورۃ الزمر اور سورۃ الاسراء کی۔

پھر سوجاتے اور جب نیند خوب گہری ہو جاتی تو خراٹے لیتے، اگر رات میں بستر پر آنکھ کھلتی تو یہ دعا ارشاد فرماتے تھے"«لاإله إِلّاالله الواحدُالقهارُ،ربُّ السموات والأرض ومابينهماالعزيزُالغفّار"۔(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحدو غالب ہے،آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب، صاحب قوت اور بخشنے والا ہے۔)

رات میں جب بھی آنکھ کھلتی تو مسواک اپنے منہ میں لے لیتے، پھر دوبارہ سوجاتے یہاں تک کہ آدھی رات کا وقت ہوجاتا۔

ایسے معلوم ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے معمولات میں سے سب سے طویل وقت یہی تھا۔

شب بیداری

آدھی رات یا اس سے کچھ پہلے یا تھوڑا سا بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے۔پھر بستر پر بیٹھ کر اپنے ہاتھ کو چہرہ مبارک پر پھیرتے تاکہ نیند بھاگ جائے۔ اور مسواک لےکر اس سے دہن مبارک کو صاف کرتے پھر آسمان کی جانب نظریں اٹھاتے اور رات کی پر سکون فضااور خاموشی پر غور فرماتے ہوئے اللہ کی عظمت و تخلیق پر تدبر کرتے۔اس وقت آپ ؐ سورہ آل عمران کی آخری دس آیات مبارکہ تلاوت فرما رہے ہوتے تھے۔ (ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النھار--------------) پھر قریب لٹکی (پانی کی) مشک کے پاس جا کر اس سے اپنے برتن میں پانی انڈیلتے اور اس سے پورے اطمینان و سکون سے ٹھیک طرح وضو فرماتے۔اس کے بعد اپنا تہبند اور چادر پہن لیتے اور سر کی وہ چادر جسے آپ نے رات کو بطور تہبند باندھ رکھا ہوتا تھا، اتار دیتے اور رات کی نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

تہجد کی نماز سے پہلے آپ اذکار و تسبیحات اور اللہ کی حمد و ثنا ضرور کیا کرتے تھے۔ گویا قیام اللیل سے قبل یہ اس کی تیاری اور تمہید ہو۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رات کا کچھ حصہ گزرجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ اللہ اکبر، دس مرتبہ الحمدللہ،دس مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ، دس مرتبہ " سبحان الملک القدوس"، دس بار استغفراللہ اور دس بار " لا الہ الا اللہ کا ورد فرماتے، پھر دس بار ہی یہ دعا پڑھتے"اللهمَّ أعوذبك من ضيق الدنيا،وضيق يوم القيامة"(یا اللہ! میں دنیا کی تنگی

اور قیامت کے دن کی تنگی سے آپ کی پناہ چاہتاہوں) اس کے بعد نماز شروع فرمالیتے تھے۔

قیام اللیل کی ابتدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو مختصر رکعتوں سے کرتے۔جس طرح لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے آپ ؐنماز کو مختصر اور ہلکی رکھا کرتے اسی طرح اپنی انفرادی نماز کو آپ ؐ بہت طویل کرتےتھے چنانچہ آپ کی رات کی نماز اپنے آغاز، قرات اور دعا ہر لحاظ سے طویل ترین ہوا کرتی، بعینہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کا مصداق: " قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا"۔ (رات کے کچھ حصے کو چھوڑ کر باقی رات نماز میں کھڑے رہا کرو)سورۃ المزمل 2/

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد پر غور کرنے والا اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ یہ نماز آپ کو اپنے اندر پوری طرح محو کر لیا کرتی تھی۔ جس میں آپ اپنے تمام جذبات و احساسات اور اللہ سے کیے جانے والے رازونیاز کو باہم اکٹھا کر دیتے تھے۔ گویا آپ کی روح عالم بالا کی جانب محو پرواز ہو اور انوار ربانی نے اسے ڈھانپ رکھا ہو، آپ عرش الہی کو اپنے بالکل سامنے دیکھ رہے ہوں اور وہاں خلوت پا کر اللہ سے رازو نیاز کرنے میں مشغول ہوں۔ اس وقت آپ کے لبوں سے نکلنے والی حمد و ثنا نہایت بلیغ اور اس وقت کی مانگی گئی دعائیں سب سے زیادہ جامع ہوتی تھیں اور اس میں بھلا کیسا تعجب! وہی تو تھے جنھیں راتوں رات سفر(معراج) پر لے جایا گیا تھا۔یہاں تک کہ آپ کے لیے اوپر تلے سات آسمانوں کے در وا کر دئیے گئے تھے اور آپ وہاں اس مقام بلندتک چڑھ گئے تھے جہاں قلم چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ علم رکھنے والے، سب سے زیادہ کامل ایمان کے مالک اور سب سے زیادہ پختہ یقین والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا اور کیا خوب اور برحق فرمایا: میں اللہ کے بارے میں تم میں سے سب سے زیادہ جاننے والا اور اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اس کا آغاز اپنے رب کی عظمت کے بیان، اس سے محبت کے اقرار اور اس کی ملاقات کے اشتیاق کے اظہار سے کیا کرتے، آپ کی یہ ابتدائی تمہید اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی عظمت کا جامع بیان ہوتا۔

رات کی اس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عموما) جن کلمات سے نماز کا آغاز کیاکرتے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

''«اللهمَّ ربَّ جبرائيل وميكائيل وإسرافيل، فاطِرَالسماوات والأرض،عالمَ الغيب والشهادة،أنت تحكمُ بين عبادك فيماكانوا فيه يختلفون،اهدني لمااختُلف فيه من الحق بإذنك،إنك تهدي من تشاءإلى صراط مستقيم 249(»اے اللہ! جبرائیل،میکائیل اور اسرافیل کےرب!آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غیب اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ باہم اختلاف کرتے ہیں، جن چیزوں میں اختلاف ہے ان میں اپنی منشا سے حق کی طرف میری رہنمائی فرما۔ بے شک،تو جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

«اللهمّ ربّنا لک الحمدُ،أنت نُورُالسموات والأرض ومَن فيهنِّ،ولك الحمدُ،أنت قَيّمُ السموات والأرض ومَن فيهنِّ،ولك الحمدُ،أنت مَلِكُ السموات والأرض ومَن فيهنِّ،ولك الحمدُ،أنت الحقُّ،ووعدك الحقُّ،ولقاؤُك حقٌّ،وقولُك حقٌّ،والجنةحقٌّ،والنار حقٌّ،والنبيون حقٌّ،ومحمدٌصلى الله عليه وآله وسلم حقٌّ،والساعةحقٌّ،اللهمّ لك أسلمتُ،وبك آمنتُ،وعليك توكلتُ،وإليك أنبتُ،وبك خاصمتُ،وإليك حاكمتُ،فاغفرْلي ماقدّمتُ وما أخّرتُ،وماأسررتُ،وماأعلنتُ،وماأنت أعلمُ به مِنّي،أنت المقدِّم،وأنت المؤخِر،لاإله إلاأنت،ولاحولَ ولاقوّةَإلابالله 250(»اے اللہ اے ہمارے رب! تمام

تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں،تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کا نور ہے، اور ساری تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ تو آسمانوں اورزمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کو سنبھالنے والا ہے،اور ساری تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے،اور تمام تعریف تجھے ہی زیباہے کہ تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے،اور تیری ملاقات حق ہے،اور تیری بات حق ہے،اور جنت حق ہے،اور دوزخ حق ہے،اور سارے نبی حق ہیں،اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں،اور قیامت حق ہے،اے اللہ! میں نے تیرے لیے سر تسلیم خم کیا،اور تجھی پر میں ایمان لایا،اور تجھ پرہی میں نےبھروسہ کیا،اور تیری طرف ہی رجوع کیا،اور تیری ہی مدد کے ساتھ دشمن سے جھگڑا کیا اور تیری ہی طرف میں فیصلہ لے کر آیا، پس تو مجھے معاف کر دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور کچھ بعد میں کیا اور جو کچھ چھپ کر کیا اور جو سر عام کیا اور جسے تو مجھ سے بہتر جانتا ہے، تو ہی اگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے لے جانے والا ہے، تیرے سو ا کوئی معبود نہیں،اور نیکی کرنے کی توفیق اور گناہ سے بچنے کی طاقت اللہ کے سوا کسی کو نہیں)۔

"«وجّهتُ وجهي للذي فطرَالسماوات والأرض حنيفًا،وماأنامن المشركين،إنَّ صلاتي ونُسُكي ومحياى و مماتي لله ربّ العالمين،لاشريكَ له،وبذلكَ أمرتُ،وأنامن المسلمين،اللهمّ أنت الملِكُ،لاإله إلاأنت،أنت ربى و أناعبدُك، ظلمتُ نفسي،واعترفتُ بذنبي،فاغفرْلي ذنوبي جميعًا،إنه لايغفرُالذنوب إلّا أنت، واهدني لأحسن الأخلاق،لايهدي لأحسنها إلّا أنت،واصرفْ عنِّي سيّئها،لايصرفُ عنِّي سيّئها إلّا أنت،لبيك وسعديك،والخيرُكلُّه في يديك،والشرُّليس إليك،أنابك وإليك،تباركتَ وتعاليتَ،أستغفرك وأتوب إليك۔(میں نے اپنے چہرے (رخ) کو اس ذات کی طرف یکسو ہو کر پھیر لیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا،اور میں شرک کرنے والوں میں سےنہیں ہوں،بے شک میری نماز،اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا اللہ کے لیے ہے جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں،اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے،اور میں سب سے پہلا تابع دار

ہوں،اے اللہ!تو بادشاہ ہے،تیرے سوا میراکوئی معبود نہیں،تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں،میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور مجھے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف ہے،تو میرے تمام گناہوں کو معاف فرمادے،بے شک تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی اورنہیں،اور اچھے اخلاق کی طرف میری رہنمائی کرکہ ان کی طرف تیرے سوا رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں،اور بری عادتوں اور بدخلقی کو مجھ سے دور کر کہ صرف تو ہی ان بری عادتوں کو مجھ سے دور کرنے والا ہے۔ میں خوش دلی سے سے تیرے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں،اور تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں،اور برائی کی نسبت تیری طرف نہیں کی جا سکتی،میں تیرا ہوں اور تیری ہی طرف میرا ٹھکانا ہے،تو بڑی برکت والا اور بلندو بالا ہے،میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اورتیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔)

پھرجب قرات شروع کرتے تو پورے اطمینان اور ترتیل کے ساتھ کرتے، آیات رحمت تلاوت فرماتے تو اللہ سے رحمت طلب کیے بغیر آگے نہ بڑھتے اور نہ آیات عذاب کی تلاوت پر عذاب سے پناہ مانگے بنا اگلی آیات تلاوت فرماتے۔ اوراگر آیات تسبیح آ جاتیں تو اللہ تعالی کی تسبیح بیان فرماتے۔

آپ ؐ قیام فرماتے تو اسے طویل کرتے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی، آپ ؐ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں برے برے خیالات آنے لگ گئے۔ان سے پوچھا گیا: کیا برے برے خیالات؟ جواب دیا: مجھے خیال آیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا (حالت قیام) میں چھوڑ دوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت کو طویل کرتے تو نماز کی رکعتیں کم کر دیتے، لیکن جب تلاوت کی مقدار مناسب ہوتی تو رکعات میں اضافہ فرما لیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

تہجد کی نماز عموما تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں کرتے

رکوع بھی طویل فرماتے تھے آپ کا رکوع تقریبا آپ کے قیام کے مساوی ہوتا تھا۔

رکوع کرتے ہوئے آپ یہ کلمات ادا فرماتے تھے:"«اللهمّ لك ركعتُ،وبك آمنتُ،ولك أسلمتُ،وعليك توكلتُ،أنت ربي،خَشَعَ سمعي وبصري ولحمي ودمي ومُخِّي وعظمي وعصبي وما استقلّت به قدمي لله ربّ العالمين،سبحان ذي الجبروت والكبرياءوالعظمة،سُبُّوحٌ قُدُّوس ربّ الملائكةوالرُّوح۔(اے اللہ!میں نے تیرے لیے رکوع کیا،اور تجھ پر ایمان لایا،اور تیرے لیے سر تسلیم خم کیا،اور تجھ پر توکل کیا،تو میرا رب ہے،میری سماعت اور میری بصارت اورمیرا گوشت اور میرا خون اور میرا دماغ، اور میری ہڈیاں اور میرے پٹھے اور میرے پاؤں جس پہ جمے ہوئے ہیں سب کچھ اللہ رب العالمین کے سامنے جھک گئے،پاک ہے وہ جس کے بادشاہی، عظمت اور کبریائی ہے، اور وہ ہر عیب سے پاک ہے نہایت مقدس ذات ہے جو تمام فرشتوں اور روح الامین کا رب)

اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ ؐ اپنے رکوع و سجود میں یہ تسبیح کثرت سے پڑھا کرتے "«سبحانك اللهمَّ ربناوبحمدك،اللهمَّ اغفرْلي۔ (اے ہمارے رب! میں آپ کی پاکی اور حمد بیان کرتا ہوں،اے اللہ! میری مغفرت فرما۔) ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بابت دریافت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میرے رب نے مجھے بتایا تھا کہ میں اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا پس جب میں وہ دیکھ لوں تو یہ دعا کثرت سے پڑھوں:"سبحان ا لله وبحمده،أستغفر الله وأتوب إليه . (پاک ہے اللہ اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے میں اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی کے حضور توبہ کرتا ہوں)پس میں وہ نشانی دیکھ چکا ہوں، پھر آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت

فرمائی۔ (اذا جاء نصر اللہ و الفتح۔۔۔۔۔۔۔۔) گویا یہ میرے اجل کے آ پہنچنے اور رفیق اعلی سے جا ملنے کا اعلان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے بھی آپ ؐ کے رکوع جیسے ہی طویل ہوتے۔ ان سجدوں میں آپ اپنے رب سے ہر قسم کی فریاد کیا کرتے، آپ ؐ کہا کرتے: بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، اس لیے سجدے میں زیادہ دعائیں مانگا کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں یہ دعا مانگتے تھے:" «اللهمَّ لك سجدتُ،وبك آمنتُ،ولك أسلمتُ،أنت ربي،سجدوجهي للذي خلقه،وصوَّره فأحسنَ صُوَرہ،وشقَّ سمعه وبصره،فتبارك اللهُ أحسنُ الخالقين،اللهمَّ اغفرلي ذنبي كله،دِقَّهُ وجِلَّه،وأوَّله وآخِرَه،وعلانيته وسره،اللهمَّ إأعوذُبرضاكَ من سخَطِكَ،وبمُعافاتكَ من عُقُوبتِكَ،وأعوذُبكَ منكَ،لاأُحْصِي ثناءًعليك،أنتَ كماأثنيت على نفسك،سبُّوحٌ قدُّوسٌ،ربّ الملائكة والرُّوح 259(»اے اللہ!میں نے تیرے لیے سجدہ کیا،اور تجھ پرہی میں ایمان لایا،اور تیرے لیے ہی میں نے سر تسلیم خم کیا،تو میرا رب ہے،میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا،اس کی صورت بنائی اور کیا ہی اچھی صورت بنائی،اور اس کے کان (سماعت)اور آنکھیں (بصارت) پھاڑے، اللہ بڑا بابرکت ہے بہترین تخلیق کرنے والا۔اے خدا، میرے سب کے گناہ بخش دے چاہے چھوٹے ا بھی ور بڑے بھی، پہلے بھی اور پچھلے بھی، کھلے بھی اور پوشیدہ بھی۔ اے اللہ! میں تیری رضا کے ذریعے سے تیری ناراضی سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری معافی کے ذریعے سے تیرے عذاب سے اور تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں تیری تعریف کا شمار نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے جیسے تو خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔وہ ہر عیب سے پاک ہے نہایت مقدس ہے،تمام فرشتوں اور روح الامین کا رب ہے۔)

کیا کہنے اس نبی کی شان کے!! جب وہ رات کے اس خاموش پہر میں اپنے رب سے چپکے چپکے راز و نیاز کرتا، اس کی تقدیس و تعظیم کرتا اور مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ اسے بھرپور یاد کیا کرتا تھا وہ کون سا مقام بالا تھا جس کی جانب آپ ؐ کی روح پرواز کرتی اور آپ کا اشتیاق بلند ہوتا تھا جب آپ اس ذکر میں مشغول ہو جاتے اور سب سے کٹ جاتے صرف اسی کے سامنے یکسو ہو جاتے تو یوں لگتا گویا زمین پر کھڑے پہاڑ آپ ؐ کی جانب جھکے جا رہے ہوں اور آسمان کے تارے ٹکٹکی باندھے آپ ہی کو تک رہے ہوں اور آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے کہہ رہے ہوں: یہی تو ہے جس کے حق میں یہ (آیت)نازل ہوئی ہے:۔وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا

(اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔) سورۃ المزمل آیت 8۔

میرے اور آپ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح رات کی گھڑیاں تسبیح قدسی، رقت انگیزتلاوت اور عاجزی سے بھرپور پرسوزدعائیں کرتے گزار دیتے تا آنکہ رات کا چھٹا حصہ بچ رہتا۔

(شعر کا عربی متن)

ترجمہ: آپ ؐ اپنی رات بستر سے خود کو الگ کر کے گزارتے ہیں جبکہ مشرکین کے بوجھ سے ان کے بستر بوجھل ہو رہے ہوتے ہیں

جب آپ ؐ کا قیام اللیل مکمل ہو جاتا اور آپ وتر ادا کرنے کا اردہ فرماتے تو اپنی اہلیہ کو بھی جگا دیتے تا کہ وہ بھی آپ کے ہمراہ وتر ادا کر لیں۔

آپ کا معمول تین(رکعت) وترپڑھنے کا تھا پہلی رکعت میں آپ (سبح اسم ربک الاعلی۔۔۔) سورۃ الاعلی، دوسری میں (قل یا ایھا الکافرون۔۔۔۔سورۃ الکافرون اور تیسری میں (قل ھو اللہ احد۔۔۔۔۔) سورۃ الاخلاص تلاوت فرماتے کبھی کبھی اس کے ساتھ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بھی اضافہ فرمادیتے تھے۔

وتر کے آخر میں یہ دعا پڑھتے تھے:" «اللهمَّ إني أعوذبرضاك من سخطِكَ،وبمعافاتِكَ من عقوبتك،وأعوذُبكَ منكَ،لاأُحْصِي نعمَك ولاثناءًعليكَ،أنتَ كماأثنيتَ على نفسك (اے اللہ!میں تیری رضا کے ذریعے تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری معافی کے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں نہ تیری نعمتوں کا شمار کر سکتا ہوں اور نہ تیری تعریف کا۔ تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی تعریف کی)۔

نماز وترسے فراغت کے بعد یہ دعا پڑھتے "«سبحانَ المَلِكِ القدُّوس،سبحان المَلِكِ القدُّوس، سبحان المَلِكِ القدُّوس۔ تیسری دفعہ کی ادائیگی میں آواز کو کھینچ کر لمبا کر دیتے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز اپنےاس حجرے میں ادا فرمایا کرتے تھے،جو دنیا کے عیش و آرام اور رنگینیوں سے یکسر خالی تھا، کبھی تو آپ ایک چھوٹی سی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے جس پر بمشکل سجدہ ادا کیا جا سکتا تھا اور کبھی اپنی اہلیہ کے بچھونے کے سوا نماز پڑھنے کے لیے آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس کے ایک کونے پر اس حال میں آپ نمازادا کرتے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے اور وہ آپ کے سامنے لیٹی ہوتیں۔ ان لوگوں کے گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے سو جب آپ سجدے میں جانے لگتے تو ان (کے پاؤں)کو ہلکا سا دبا دیتے اور وہ اپنے پاؤں سجدے کی جگہ سے سمیٹ لیتیں۔پھر جب آپ کھڑے ہو جاتے تو دوبارہ پھیلا لیتیں۔

کبھی کبھار باہر مسجد میں نکل کر بھی نماز ادا کر لیتے لیکن بہت کم۔ غالبا اس کی پیچھے کوئی خاص سبب ہوتا تھا، میرا خیال ہے کہ شاید اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں بیوی کے صلی اللہ علیہ وسلم قریب نماز پڑھنے سے ان کی آنکھ نہ کھل جائے،آپ مسجد میں نما ز ادا کر لیتے ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر نہیں تھے، میں آپ ؐ کو تلاش کرنے لگی، تو میرے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے ٹکراگئے وہ مسجد میں حالت قیام میں تھے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمارہے تھے:"اللهمِّ أ عوذُبرضاك من سخطك،وبمعافاتك من عقوبتك،وأعوذُبكَ منكَ،لا أُحْصِي ثناءًعليكَ أنتَ كماأثنيتَ على نفسك(» (ا ے اللہ میں تیری رضا کے ذریعے تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری معافی کے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں تیری تعریف کا شمار نہیں کر سکتا، پس تو ایسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔)

یہی بات آپ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت میں یوں بیان ہوئی ہے:میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن بستر پر نہ پایا تو مجھے گمان ہوا کہ آپ ؐ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں، چنانچہ میں آپ کو ڈھونڈنے نکلی پھر واپس لوٹ آئی تو دیکھا کہ وہ رکوع و سجود کر رہے ہیں اور یہ دعا پڑھ رہے ہیں''سبحانك وبحمدك،لاإله إلاأنتَ'' (پاکی اور تعریف تیرے ہی لیے ہے،تیرے سوا کوئی معبود نہیں) فرماتی ہیں: پھرمیں نے اپنے دل میں کہا:میرے ماں باپ آپ پر قربان!،میں (آپ کے بارے میں)کیا سوچ رہی ہوں اور آپ کس حال میں ہیں۔

آخری پہر کے معمولات

بعض اوقات رات کے آخری پہر تہجد کے وقت آپ ؐ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے۔ ان کا دروزاہ کھٹکھٹاتے اور انھیں آواز دیتے: "تم ابھی تک نماز کےلیے جاگے نہیں ہو؟۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک روز جواب دیا:بخدا یا رسول اللہ!ہم(تو صرف)وہ نمازیں پڑھتے ہیں جو ہم پر فرض ہیں۔ہماریں جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ ہمیں جگاناچاہتا ہے ہم جاگ جاتے ہیں"۔ میں نے جب یہ جواب دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے، اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔پھر میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جاتے ہوئے اپنے کولھے پر ہاتھ مارتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے:" ہم (تو)وہ نمازیں پڑھتے ہیں جو خدا نے ہم پر فرض کی ہیں۔ وکان الانسان اکثر شئی جدلا" (اور انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔) الکہف:54۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ ؐ رات کے وقت بقیع تشریف لے جاتے وہاں جا کر اہل قبور کے لیے دعا فرماتے۔آپ کے پہلی بار وہاں جانے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے پاس رہنے کی باری تھی، آپ ؐ (نماز عشاء سے) پلٹے، اپنی چادر ایک طرف رکھی، اپنے جوتے اتار کر اپنےپاوں کے پاس رکھ دئیے اور اپنے تہبند کا ایک کنارہ اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے-۔ پھر آپ صرف تھوڑی سی دیر وہاں ٹھہرے اور جب آپ کو گمان ہوا کہ میں سو چکی ہوں پھر آپ نے دھیرے

سے اپنی چادر لی، دھیرے سے جوتے پہنے اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئے پھر آہستہ سے اسے بھیڑ دیا۔۔ پس میں نے بھی اپنا کرتا سر میں ڈالا، اپنی اوڑھنی اوڑھی، تہبند پہنا اور آپ کے پیچھے چل پڑی۔ یہاں تک کہ آپ بقیع کے قبرستان تک آ گئے۔ اور وہاں کھڑے ہو گئے اور بہت دیر تک کھڑے رہے۔پھر آپ نے تین مرتبہ ہاتھ اٹھایا، پھر وہاں سےواپس پلٹے تو میں بھی آپ کے پیچھے پلٹ آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلنے لگتے تو میں بھی تیز ہوجاتی، آپ بھاگنے لگتے تو میں بھی بھاگنے لگتی، آپ رکتے تو میں بھی رک جاتی۔ پھر میں آپؐ سے آگے نکل گئی اور گھر پہنچ گئی لیکن آپ میرے (بستر پر) لیٹنے کے بعد ہی گھر پہنچے۔ تو پوچھا: عائش! تمھیں کیا ہوا؟ تمھارا پیٹ اور سانس پھولا ہوا کیوں ہے؟ میں نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بتا دو وگرنہ وہ لطیف وخبیر ذات مجھے بتا دے گی۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ قربان، اور سارا قصہ کہہ ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تو جوسایہ میں اپنے آگے دیکھ رہا تھا وہ تم تھیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے پہ ایک مکا مارا، جس سے مجھے درد ہوا، پھر فرمایا: تمھارا خیال ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم سے زیادتی کریں گے؟ میں نے کہا: لوگ جتنا بھی چھپا لیں اللہ تعالی تو اسے جانتا ہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ نے دیکھا اس وقت جبرئیل میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور آپ سے چھپا کر دی (یعنی تمھیں معلوم نہ ہو سکا) پھر میں نے انہیں جواب دیا اور آپ کو معلوم نہ ہونے دیا۔ و ہ اس لیے اندر تمھارے پاس نہ آئے کیونکہ تم نے کپڑے اتا ر رکھے تھے، میں سمجھا کہ تم سو چکی ہو اس لیے تمھیں جگانا مجھے مناسب نہ لگا اور مجھے یہ بھی خدشہ تھاکہ کہیں تم ڈر نہ جاؤ۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھے

کہا: " تمہارے رب نے تمہیں اہل بقیع کے پاس جانے کا حکم دیا ہے تا کہ تم ان کے لیے مغفرت طلب کرو "۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا یارسول اللہ! میں ان کے لیے کیسے استغفار کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو "السلامُ علی أهل الديار

من المؤمنين والمسلمين،ويرحمُ اللهُ المستقدمينَ مناوالمستأخرينَ،وإنّاإن شاءاللهُ بكم للاحقون۔ (اس گھر کے مومنوں اور مسلمانوں پر سلامتی ہو اور اور ہم میں سے پہلے چلے جانے والوں اور دیر سے جانے والوں پر اللہ رحم فرمائے اور اللہ نے چاہا تو عنقریب ہم بھی تم سے آ ملنے والے ہیں۔)

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات کے آخری پہر جنت البقیع کے لیے نکل جاتے۔اور یہ دعا فرماتے:"«السلامُ عليكم

دارقوم مؤمنين،وأتاكم ماتوعدون،غدًامؤجّلون،وإناإن شاءالله بكم لاحقون،اللهمّ اغفرلأهل بَقِيع الغَرْقَد 273(» (اس دیار کے مومنو!تم پر سلامتی ہو، جس موت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ تمھیں آ چکی کل تمھیں تمھارے اعمال کی جزا ملنے والی ہے۔ اور اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے آ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع الغرقد میں رہنے والوں کی مغفرت فرما۔).

کیا کہنے اس نبی رحمت کے! جو رات کی پرسکون فضا میں چپکے سے (قبرستان کو) نکل جاتے تھےتا کہ اپنے ان ساتھیوں کی قبروں کے سامنے جا کر کھڑا ہوجائیں جنھوں نے اپنی نذر یں اللہ کی جانب سے فتح و نصرت کے آنے اور لوگوں کے گروہ درگروہ اسلام میں داخل نہیں سے قبل پوری کر لیں۔ اور وہ اپنے رب سے ایسے وقت میں جا ملے جومسلمانوں کے لیے تنگی، مشکلات، مصائب اور برداشت کا وقت تھا، وہ اسی کیفیت میں اپنے رب کی طرف لوٹ گئے اور انھوں نے سدنیوی جزا (فتح)کے لیے جلدی نہ مچائی۔

پھر یہی وہ رسول تھے جنھیں نہ زیارت کی غرض سے آنے والے گروہ در گروہ وفود اور نہ ہی تیزی سے پھیلتی اسلامی سلطنت کی ذمہ داریاں اس امر سے روک سکیں کہ وہ اپنے راحت و آرام کے لمحات میں سے وقت نکال کر اپنے ہاتھ پھیلائے ان قبروں کے سامنے جا کھڑے ہوں اور ان سے وفا اور دعا کا حق ادا کرتے ہوئے ان مبارک نفوس کی یادوں کو تازہ کریں۔

چنانچہ جب آپ ؐ اس دنیا سے رخصت ہونے کے قریب تھے تو اس سے قبل کہ آپ ؐ اپنے رفیق اعلی سے ملاقات اور ابدی آرام گاہ کو روانہ ہو جائیں، آپ ؐ نے تمام زندہ اور فوت شدہ احباب سے رخصت لینا شروع کر دی تھی۔

سحری کی جھپکی

جب رات کی گھڑیاں گزر جاتیں اور صرف آخری پہر رہ جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر تشریف لے جاتے،تاکہ رات کی طویل عبادت و تسبیحات کے بعد، جو آپ ؐ نے ذکر کرنے، نماز پڑھنے، دعا مانگنے، زندہ اور فوت شدہ احباب کے لیے دعائے خیر کرنے اور مغفرت طلب کرنے میں گزاری ہوتیں، اپنے بدن کو کچھ آرام پہنچا سکیں۔ لہذا آپ ؐ ہلکی سی نیند لیتے تا کہ رات عبادت کے لیے کھڑے رہنے کے بعد اب جسم کو کچھ آرام دیں اور خود کو فجر کی نماز کے لیے تروتازہ اور اگلے دن کے جملہ امور کی بہتر انجام دہی کے لیے تیار کر سکیں۔ چنانچہ جب سپیدہ سحر نمودار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند فرما رہےہوتے۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ ؐ نے صبح میرے پاس کی ہو اور آپ (اس وقت) سو نہ رہے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نیند جاری رہتی تا آنکہ سحر کی روشنی رات کے اندھیرے کو پھاڑ دیتی اور اذان بلال رضی اللہ عنہ مدینہ کی خاموش فضا میں گونجنے لگتی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوجاتے اور رسالت کے نور سے جگمگاتا، نبوت کی معطر سانسوں سے مہکتا ایک نیا نبوی دن شروع ہو جاتا۔

رسول اللہ کے دن بھر کے معمولات: ایک جائزہ

یہ کتاب " رسول اللہ کے یومیہ معمولات / رسول اللہ کے روز و شب " ہمارے سامنے آپؐ کی حیات مبارکہ کی ایسی جامع اور متوازی تصویر پیش کرتی ہے جس سے ہم پر تہہ در تہہ، ہمہ جہت معانی کا ایک جہاں روشن ہوجاتا ہے:

1: آپ کے یومیہ معمولات کا یہ جائزہ آپ کی ان عظیم کمالات کا باعتبار زمانہ مرتب شدہ ایک جدول ہے۔تاریخ میں کسی انسان کے ہاتھوں پیش آنے والے ایسے کمالات کی نظیر ملنا مشکل ہے جو رسول اللہ کے ہاتھوں پیش آئے۔

2: رسول اللہ کی یومیہ معمولات کی اس قدر تفصیلی وضاحت نے آپ کو ضرور انؐ کی تابناک زندگی کی جانب متوجہ کر دیا ہو گا جس کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو تاریک رہ گیا ہو (نظروں سے اوجھل) اور نہ ہی اسکی کڑیوں میں سے کوئی کڑی ٹوٹی ہوئی ملتی ہے۔ بلکہ اس کا ہر پہلو اتنا تابناک، روشن اور واضح ہے کہ ہم آپ کے گھر میں اس وقت کی کیفیت کو بھی جان لیتے ہیں جب گھرکے دروازے بند ہو جاتے، اپنے اہل خانہ کے درمیان سوتے ہوئے ان کی بستر کی کیفیت سے بھی واقف ہو جاتے ہیں اور سوتے میں ان کے چلتے سانسوں کی آواز اور بیدار ہوتے وقت ان کے لبوں سے نکلنے والے پہلے لفظ سے بھی آشنا ہو جاتے ہیں۔

معمولات نبوی کے یومیہ پروگرام کا مطالعہ کرنے سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں اپنے والد، جنھوں نے مجھے جنم دیا، کے حالات

زندگی سے زیادہ واقف یت رکھتا ہوں۔ میری جان اور میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انتہائی تابناک اور روشن ہے گویا کہ آپ عین سورج کی روشنی کے نیچے چلنے والے نبی تھے (خوب واضح اور غیر مبہم)

3:آپ کے اس "ایک دن " میں آپ ؐ کے اس فرمان مبارک کی عملی تصویر دیکھی جا سکتی ہے: " اور نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے "۔

آپ کے روز و شب کاطول و عرض مختلف نوع کی نمازیں سے اٹا ہوا ہے؛ چاہے وہ فرض نمازیں ہوں سنتیں ہوں یا قیام اللیل۔ یہ دن بھر کے سفر میں اپنی ذات کےلیے سکون آور وقفوں کے پڑاؤ ہیں گویا اپنی اس نماز کے ذریعے وہ اپنے رب کی توجہ اور عنایت حاصل کرتے ہیں اور اسی سے ان پر راحت و آسانی کا در وا ہوتا ہے تا کہ ہر نماز کے بعد نئے سرے سے ان کے لیے عزم، ہمت اور روشنی کا سامان ہو جائے۔۔ پس نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی تسکین تھی یہاں تک کہ جب آپ نماز کے انتظار میں ہوتے اور اس کا وقت ہو جاتا تو وفور شوق سے بلال سے کہتے: بلال! اس سے ہماری راحت کا سامان کرو۔روحانی تڑپ اور شدت شوق کی اس سے زیادہ بلیغ اور جامع تصویر کشی ممکن ہی نہیں تھی جو آپ کے فرمان (ارحنا یا بلال) میں کی گئی ہے۔ گویایہ آپ ؐ اور آپ کے خالق کے مابین تعلق کا حدکمال ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ؐ کی شب و روز کی نمازوں کی کل تعداد چالیس رکعات تک جا پہنچتی ہے جن پر آپ ؐ ہمیشہ مداومت فرمایا کرتے تھے۔ جن میں سترہ فرض رکعات، دس یا بارہ رکعات سنت موکدہ اور گیارہ یا تیرہ رکعات قیام اللیل کی ہوتی تھیں یوں یہ کل چالیس رکعات ہوا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسی نمازیں بھی تھیں جن پر آپ نے مداومت نہیں فرمائی، جیسے چاشت کی نماز، کسی کے گھر جانے پر وہاں ادا کیے گیے نوافل اورتحیتہ المسجد وغیرہ۔ سو ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی ساری زندگی ان نمازوں کی

پابندی کرے کیونکہ جو شخص شب و روز میں چالیس مرتبہ خالق کے دروازے کو کھٹکھٹائے تو اس کے لیے دروازہ کھلنے اور دعا کی قبولیت کی سرعت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

4: آپؐ کی رات کی نماز حضور قلبی، محویت اور مناجات کی لذت سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے سے اثر پذیری کے اعتبار سے تمام نمازوں سے آگے تھی، بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ یہ روحانی عظمت، اور بندگی میں ڈوب جانے کی ایک کیفیت ہوا کرتی تھی۔

5: یقینا یہ امر آپ کے لیے باعث تعجب ہو گا کہ وہ نبی جنھیں اللہ نے ان کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت کی بشارت دے رکھی تھی، دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ استغفار کرنے والے تھے۔ آپ روزانہ اپنی صبح کا آغاز ایک سو مرتبہ استغفار سے کیا کرتے اور ایک ہی بیٹھک میں آپ کے منہ سے نکلے ان کلمات کی تعداد ایک سو سے زائد بار گنی جا سکتی تھی: (رب اغفر لی وتب علی،انک انت التواب الغفور) "اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول کر، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے انتہا بخشنے والا ہے "۔ پھر اپنی رات کی نماز میں اپنے رب سے نہایت عاجزی و خشوع سے یوں مغفرت طلب فرماتے: (اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت،وما اسررت وما اعلنت،وما انت اعلم بہ منی،انت المقدم،وانت المؤخر،لا الہ الا انت) " خدایا! میرے وہ تمام گناہ بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے، جو میں نے چھپ کے کیے اور جو اعلانیہ کیے اور جن سے تو مجھ سے بہتر واقف ہے، تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔ یاد رہے کہ یہ استغفار اس ہستی کا ہے جس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کیے جا چکے تھے اور جو جانے بوجھے کسی غلطی اور گناہ کا ارتکاب کرنے سے محفوظ تھا۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے ذرا جائزہ لیجیے کہ ان کے مقابلے میں ہم کتنا استغفار کرتے ہیں جبکہ اپنی زندگی کا تقریبا ہر لمحہ غلطی اور گناہ کا ارتکاب کرتے گزار دیتے ہیں۔

6: ذکر الہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید شغف: آپ کے اس شغف کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی اللہ کی محبت اور اس سے ملاقات کی تڑپ میں ہی گزر رہی تھی گویا اپنے رب کا جلال ا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ چنانچہ آپ کی زبان اسی کے ذکر سے تر رہتی۔ نیند سے بیدار ہوتے تو پہلا کام ذکر الہی ہوتا اور سوتے سمے بھی آپ کے لبوں کی آخری جنبش یہی ہوتی۔ اپنی صبحوں اور شاموں کا استقبال آپ اسی ذکر سے کیا کرتے اور ان کے بیچ کے اوقات میں بھی آپ کی زبان پر یہی ورد جاری رہتا۔ دراصل یہ اللہ کی محبت، اس کی عظمت اور اس کی بندگی کا گہرا احساس تھا جو ہر وقت آپ کے دل میں موجزن رہتا تھا۔

7:نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام نمازوں کی اول وقت میں ادائیگی کا اہتمام سوائے نمازعشاء کے، کہ اس کی ادائیگی میں آپؐ کچھ تاخیر فرما یا کرتے تھے۔

8: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے نمازوں کے بعد گفتگو فرمانا، یہ بات چیت زیادہ تر فجر اور ظہر کی نماز کے بعد ہوا کرتی تھی؛کیونکہ یہ دو نمازیں رات کی نیند اور دوپہر کے قیلولے کے بعد ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس وقت لوگ چاق و چوبند ہوتے تھے اور عصر اور عشاء کی نماز کے بعد آپ خال خال ہی گفتگو فرماتے؛کیونکہ اس وقت لوگ قدرے پژمردہ اور تھکے ماندے ہوتے تھے اور انہیں آرام کی ضرورت ہوتی تھی، البتہ مغرب کے بعد آپ کے لوگوں سے گفتگو فرمانے کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی؛کیونکہ یہ ان حضرات کے رات کے کھانے کا وقت ہوتا تھا اسی لیے آپ نماز مغرب کو بھی جلدی اور اول وقت میں ادا فرمایا کرتے، اس میں طویل قراءت سے گریز فرماتے اور اس کے بعد لوگوں سے بات چیت نہیں کیا کرتے تھے۔

9: حقوق کی ادائیگی اور دیگر امور زندگی کی ٹھیک ٹھیک انجام دہی کے درمیان توازن؛ چنانچہ عبادات کی ادائیگی ہو یا پیام رسالت کی تبلیغ، اہل و عیال کے حقوق کی انجام دہی ہو یا اپنے ساتھیوں سے میل ملاقات، اپنی ذاتی ضروریات کی رعایت ہو یا زندگی کے دیگر فرائض، آپ ان تمام ذمہ داریوں کو پہلو بہ پہلو لے کر چلتے اور انھیں میں کسی کے حقوق میں کمی اور کسی فرض میں کوتاہی کیے بغیر انجام دیتے اور اپنے انفرادی اور اجتماعی فرائض سے نہایت متوازن انداز میں کما حقہ عہدہ برآ ہوتے۔ جیسا کہ ہم خود آپ کی زندگی میں اس کی عملی تصویر دیکھ سکتے ہیں جب آپ نے کسی کو نصیحت کرتے ہوئے ایک روز فرمایا:(بے شک تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور بے شک آنکھ کا تم پر حق ہے، اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، اور تمہاری اولاد کا تم پر حق ہے اور تمہارے دوست کا تم پر حق ہے))۔ اور یقینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا کر دیا تھا۔

10: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ نہایت مصروف اور بھرپور تھی، لیکن اس میں کسی قسم کی گھبراہٹ اور افراتفری کا گزر نہ تھا بلکہ بے انتہا مشاغل اور مصروفیات کے باوجود آپ کی شخصیت بہت پرسکون اور مطمئن دکھائی دیتی۔ آپ انھیں کسی بھی کیفیت میں دیکھتے تو یہی محسوس کرتے کہ نہ آپ کو اس سے پہلے کوئی کام تھا اور نہ اس کے بعد کوئی مصروفیت آپ کی منتظر ہے۔ گھر میں ہوتے تو اس حالت میں کہ آپ کو باہر کوئی اور کام نہیں ہے اور ساتھیوں کے ہمراہ مجلس میں ہوتے تو آپ کو دیکھ کر نہ لگتا کہ آپ کسی اور اہم کام کے لیے اضطراب اور بے چینی محسوس کر رہے ہیں، بلکہ پورے اطمینان سے ان کے ساتھ مشغول رہتے، اپنے حسن خلق میں سے انھیں بقدر وافر نوازتے گویا اس مجلس میں ان کے ہمراہ بیٹھنے کے سوا انھیں کوئی اور کام نہیں ہے۔ یہ ایسی متوازن نفسیاتی کیفیت ہے

جس میں بغیر کسی گھبراہٹ اور ذہنی تناؤ کے تمام کام بحسن و خوبی سر انجام دئیے جا سکتے ہیں۔

11: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہت منظم تھی بے ہنگم نہ تھی، ایسی ترتیب پر رواں دواں جس میں لچک ہو اورحالات و ضروریات کے مطابق اس میں تبدیلی کی گنجائش موجود رہتی ہو، یہ ہر قسم کی افراتفری اور بوکھلاہٹ سے خالی تھی نیز اس میں یکسانیت اور خشونت بھی نہ پائی جاتی تھی بلکہ یہ مرتب اور لچکدار تھی، چنانچہ نمازیوں کا وقت مقرر تھا اور ان کے بیچ کے اوقات مرتب شدہ تھے، آپ کی مجالس صورت حال کے مطابق کبھی مختصر ہوتیں کبھی طویل۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ ؐ کی زندگی میں مثبت ترتیب و تنظیم تو موجود تھی لیکن وہ منفی یکسانیت اور سختی سے خالی تھی۔

12: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بے ساختگی اور سادگی کا نمونہ تھی اور پر تصنع وقار اوربےجا سنجیدگی سے کوسوں دور۔لیکن آپ کی یہ بے ساختگی اور سادگی ہر عمل سے عیاں ہوتی، آپ خوشی کے موقع پر بے ساختہ خوش ہوتے، محبت و الفت اور مسرت کا پر جوش اظہار فرماتے یہاں تک کہ اپنے کسی پیارے کی لمبے عرصے کی غیر حاضری کے بعد آمد پر اس سے ملتے ہوئے فرط محبت اور جوش ملاقات میں آپ کی چادر نیچے گر گئی۔اسی طرح راستے میں چلتے ہوئے آپ ؐ ایک نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے جو بھیڑ کی کھال اتار رہا تھا، آپ نے اپنے بازو اس کی جانب بڑھائے تا کہ اسے اچھی طرح کھال اتار کر درست طریقہ سکھا سکیں۔اورجب ہنڈیا میں گوشت پکاتے ایک آدمی کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ نے اس سے پوچھا تھا: کیا ہنڈیا تیار ہو گئی؟ پھر آپ نے اس میں سے تھوڑالیا اور اسے کھا لیا۔

لوگوں کے ساتھ آپ کے برتاؤ میں اس بے ساختگی اور بے تکلفی نے ان کے مابین تکلف کی تمام دیواریں توڑ دی تھیں کیونکہ آپ اپنا دل ان کے سامنے کھول دیتے تھے اور وہ اپنے دل

آپ کے سامنے کھول دیتے، اور وہ یوں اپنے آپ کو آپ کے ساتھ اس طرح کے تعلق میں بندھا ہوا محسوس کرتے جس طرح کا تعلق اولاد اپنے باپ کے ساتھ محسوس کرتی ہے۔

13: آپ کا گھر ہمیشہ مسرت و الفت کا گہوارہ محسوس ہوتا، گھر میں آپ ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہتے، آپ کی مجلس پر لطف مزاح اور دلچسپ کھیلوں سے بھرپور ہوتی اور عملی زندگی میں آپ کا یہ حال تھا کہ ایک بار گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حبشی لوگ مسجد میں کچھ کھیل رہے ہیں آپ خود بھی ان کے ان کرتبوں سے لطف اندوز ہوئے اور اپنی زوجہ کو بھی اس منظر سے محظوظ ہونے کے لیے بلایا پھر یہ ہدایت جاری کرتے ہوئے فرمایا: اے بنی ارفدہ! کھیلتے رہو تا آنکہ یہود و نصاری جان لیں کہ ہمارے دین میں فراخی ہے بے شک مجھے (ابراہیم حنیف والی) آسان شریعت دے کر بھیجا گیا ہے۔ آپ کے لائے ہوئے دین میں وسعت تھی اور آپ کی زندگی میں مسرت و انس کی فراوانی تھی۔

14: ازدواجی رشتے کے محبت آمیز تعلق کو مزید مضبوط کرنا، اور مختلف اظہاریوں کے ذریعے اس محبت کی تکمیل؛ جیسے ایک ہی برتن سے پانی پینا، کھانے کے ایک لقمے کو آپس میں بانٹ لینا، سونے سے قبل الفت آمیز گفتگو، دن کے اوقات میں دیگر مشاغل میں سے وقت نکال کر ازواج کے پاس چکر لگانا، امور خانہ داری میں بیویوں کا ہاتھ بٹانا اور اپنی بیوی کے بستر اور کمبل میں اس کے ساتھ گرمجوش ازدواجی تعلق۔

15: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کی فطرت، ان کی ضروریات اور ان کی مصروفیات کو سمجھنا،یہاں تک کہ دوران عبادت بھی آپ اس کا خیال فرماتے۔ اور لوگوں کو نماز پڑھاتے وقت نماز مختصر رکھتے حالانکہ آپ کی انفرادی نماز بہت طویل ہوتی تھی۔ نماز پڑھاتے ہوئے آپ اسے لمبا کرنا چاہتے لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے ہی اس کی ماں کے اضطراب کا خیال کرتے ہوئے آپ اسے مختصر کر دیتے۔

16: آپ کےدن بھر کے معمولات کے جائزے سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ محویت اور گہرائی کے اعتبار سے سب سے زیادہ موثر عبادت آپ کی سری نماز ہوا کرتی تھی جسے آپ اپنے گھر میں، رات کی خامشی میں ادا فرماتے اور جسے آپ نے اپنے لیے لازم کر رکھا تھا اور آپ نے ہمیشہ اس کی پابندی فرمائی یہاں تک کہ اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔

یہ آپ کی نبوت کی سچائی کا واضح ثبوت ہے کیونکہ (نعوذباللہ) کسی جھوٹے مدعی نبوت اور ڈھونگی کے لیے اتنی باقاعدہ، منظم اوریکسو ئی سے بھر پور عبادت پر پابندی کے ساتھ قائم رہنا ممکن ہی نہیں تھا جس طرح آپ عمر بھر اس پر جمے رہے۔ اور جس پابندی اور باقاعدگی سے یہ ساری زندگی جاری رکھا یہ کسی ڈھونگ یا دعویدار کا فعل نہیں ہو سکتا - بلکہ یہ امر آپ کے فرمودات اور تبلیغ کی سچائی پر بھی مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

17:آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر سرگرمیوں کو تین مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1: قیام اللیل کا سکون آمیز، کیف پرور اور ولولہ انگیز دورانیہ: کیونکہ رات کے نصف اول میں آپ کا نیند کے طویل ترین دورانیے کے بعد تہجد کی نماز کے لیے اٹھنا آپ کی چستی اور نشاط میں اضافے کا سبب بنتا تھا گویا اس کیفیت میں آپ کی یہ نماز صحیح معنوں میں آپ کے لیے راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کردیتی تھی۔

2:پھر فجر کے بعد کا دورانیہ: جیسا کہ یہ پو پھٹنے کے بعد شروع ہوتا، تب آپ نماز پڑھتے اور اپنے رب کو یاد فرماتے، پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھ کر وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کے امور انجام دیتے۔

3: ظہر کے بعد کا دورانیہ: یہ قیلولے کے فورا بعد کا وقت ہوتا، آپ نماز ظہر ادا فرماتے، اور اگر کوئی اہم کام ہوتا تو اس کی بابت اپنے صحابہ سے گفتگو فرماتے یا یونہی ان کے ساتھ بیٹھ کر

بات چیت کرتے اور ان کی مسائل حل کیا کرتے۔

18:واضح رہے کہ نمازیں ہی مختلف ا وقات کے دورانیے طے کرتی ہیں پس اوقات کار کی وقت کے لحاظ سے تقسیم نمازوں کے اوقات کے حساب سے کی جاتی ہے۔

اس اعتبار سے نبی کریم کے دن بھر کے پروگرام کو درج ذیل اوقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

أ_فجر: آپ سحری کی ہلکی سی جھپکی کے بعد نماز فجر کے لیے بیدار ہو جاتے، نماز پڑھتے اور طلوع آفتاب تک اپنی جائے نماز پر ہی رونق افروز اپنے صحابہ کے ساتھ رہتے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر اپنی ازواج کے پاس باری باری صبح کے وقت کی حاضری دیتے، پھر چاشت کے ابتدائی وقت میں دوبارہ مسجد میں آ کر صحابہ کے ساتھ مجلس فرماتے۔ یہ مجلس ذکر، تعلیم اور تربیت کے لیے مخصوص ہوتی تھی۔ اس مجلس کے بعد آپ اکثر ملنے ملانے نکل جاتے، کبھی اپنی صاحبزادیوں کے ہاں، کبھی اپنے کسی صحابی کے گھر اور کبھی اپنے کسی خاص کام کی تکمیل کے لیے۔

پھر جب دن اپنے جوبن پر آ جاتا تو آپ کے نیند اور قیلولے کا وقت ہو جاتا، آپ نماز ظہر سے پہلے قیلولہ کرتے تھے؛ یہ ہلکی سی نیند ایک طرف آپ کے بدن کے لیے راحت کاسامان کرتی اور دوسری جانب قیام اللیل کے لیے آپ کو سہولت بہم پہنچاتی۔

ب_ظہر:ظہر کی نماز کے لیے جاگتے اور نماز ادا کرتے اگر ضروری ہوتا تو کسی معاملے کے تناظر میں نماز ظہر کے بعد خطاب فرماتے، آپ کے دئیے ہوئے زیادہ تر خطبے اسی وقت کے ہیں۔ پھر آپ گھر لوٹ آتے اور سنت مؤکدہ ادا فرماتے پھر باہر جا کر صحابہ کے ساتھ بیٹھ جاتے یا کسی معاملے کو نمٹانے نکل جاتے، ظہر اور عصر کا درمیانی وقت اہم معاملات کو نمٹانے اور مسائل کے حل کے لیے مختص تھا۔

ج۔عصر:عصر کی نماز آپ ہمیشہ اول وقت میں ادا کرتے،پھر اپنی بیویوں کے پاس شام کا چکر لگاتے، اور کبھی سب اسی گھر میں جمع ہوجاتیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماہوتے،گویا عصر اور مغرب کا درمیانی عرصہ زیادہ تر اہل خانہ کے ساتھ پرسکون وقفہ لینے کا وقت ہوتا تھا۔

د۔مغرب: مغرب کو بھی اول وقت میں ادا فرماتے،پھر رات کا کھانا کھاتے،اور اپنے گھر میں ہی ٹھہرے رہتے، گویا یہ وقت رات کے کھانے یعنی عشائیے کے لیے مخصوص تھا۔

ہ۔عشاء: عشاء کی نماز پڑھتے، اور اپنے گھر لوٹ جاتے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ سےرات کی ہلکی پھلکی گفتگو فرماتے، کبھی کبھی انصار ی ساتھیوں میں سے کسی کو ملنے نکل جاتے، یا سیدنا ابو بکر کے گھر میں ابو بکر اور عمر کے ساتھ اسلامی مملکت اور مسلمانوں کے معاملات زیر بحث لاتے، اور اس گفتگو کے بعد گھر واپس آ جاتے اور سو جاتے تا آنکہ آدھی رات ہو جاتی۔ آدھی رات کے وقت آپ رات کی نماز کے لیے جاگ جاتے، لمبی نیند لینے کے بعد آپ اس وقت بالکل ہشاش بشاش ہوتے اور اسی کیفیت میں ایک تہائی رات تک نماز و مناجات جاری رکھتے، یہاں تک کہ جب رات کا صرف چھٹا حصہ باقی رہ جاتا تو اپنے بستر پرلوٹ آتے؛تاکہ کچھ آرام کر سکیں اور نماز فجر تک کچھ دیر اطمینان کی نیندسو سکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے روزمرہ واقعات ان کی نبوت کی حقانیت پر شاہد ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات دیکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ آپ کے احوال دیکھ کر جھٹلا سکے کہ آپ اللہ کی جانب سے مبعوث نبی نہیں ہیں۔ جن پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے،نہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں،اور نہ اپنے لئے کسی بھی چیز کا طلبگار ہیں، اسی بات کو مدینہ میں قیدی بنا کر لائے گئے ثمامۃ بن اثال نے محسوس کیا، جن کے نزدیک اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ

ناپسندیدہ شخص کوئی نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے، ثمامۃ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روز و شب،ان کا آنا جانا اور آس پاس کے لوگوں کے ساتھ ان کے معاملات کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو وہ جان گیا کہ بلا شبہ یہ سچے نبی اور رسول ہیں، نہ کہ کوئی بادشاہ اور آمر وقت،پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چھوڑنے کا حکم دیا تو وہ گئے اور غسل کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لوٹے اور کہا:اشھد ان لا الہ الا اللہ،واشھد ان محمداً رسول اللہ، اے محمد! میرے نزدیک روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چہرہ نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ اور محبوب ہو چکا ہے، اللہ کی قسم! میرے نزیک آپ کے دین سے زیادہ ناپسندیدہ دین کوئی اور نہیں تھا اور اب آپ کا دین میرے لیے سب سے محبوب ہو چکا ہے، بخدا! اورمیرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ شہر اورکوئی نہیں تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہو گیا ہے۔

یہی کیفیت عدی بن حاتم کی ہوئی جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت وہ عیسائی مذہب ہی کے پیروکار تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس رک گئے، (اور کافی دیر کھڑے رہے) یہاں تک کہ عدی کہتے ہیں: کہ میں کھڑے رہ رہ کر تھک گیا پھر وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ؐ میرے اور نعمان بن منذر کے دین سے بری ہیں،اور اگر تو آپ بادشاہ ہوتےتو ایک خاتون اور بچہ ان کے ہمراہ اتنی دیر تک کھڑے نہ رہتے جیسا کہ میں نے دیکھا ہے، پس اللہ نے ان کی محبت میرے دل میں ڈال دی۔ پھر اس منظر (کو دیکھنے کے)بعد عدی اسلام لے آئے۔

20:اس یومیہ پروگرام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہ رسول اللہ کیسی پاکیزہ اور خوشگوار زندگی گزارتے تھے

جہاں تک ان کی ایمانی خوشی کا تعلق ہےتو وہ ایک ایسا بلند افق ہے جہاں اس سے پہلے کسی انسان کی پہنچ نہیں ہوئی۔پس رسول اللہ ؐ تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے، اور اس پر ایمان و یقین کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے اور عظیم ہیں۔

اس شخص کی بابت آپ کا کیا خیال ہے جسے سات آسمانوں سے بھی اوپر ا ٹھا کر اس مقام بلند تک لے جایا گیا جہاں قلم چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور جس نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، حتی کہ اسے خواہش ہوئی کہ اس میں سے ایک حصہ وہ لے لے، اور اس نے حوض کوثر کو دیکھا جو اسے اس کے رب نے عطا کیا ہے،جسکی مٹی خوشبودار کستوری ہے، اور جس کی تہہ میں پڑے کنکر موتی ہیں۔

پس اس نبی کی رفعت شان کے کیا کہنے! جنھیں قرب کے ان درجات سے نوازا گیا اور اس مقام بلند تک لے جایا گیا جہاں انھوں نے اپنے رب سے رازو نیاز کی اور دعائیں مانگیں اور اس کی عظمت کے گن گائے اور اس کی حمد و ثنا میں رطب اللسان رہے: ((میں اپنے رب کے پاس اس حالت میں ہوں کہ وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے))۔

بلا شبہ عبادت سے آپ ؐ کی لذت اندوزی اورآپ کا ایمانی مٹھاس کی چاشنی کا دنیوی زندگی کی کسی بھی لذت اور ذائقے سے تقابل اور موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔

جس طرح وہ اپنے ایمان سے کیف و سرور کشید کرتے تھے اسی طرح اپنی دنیوی زندگی کی کیفیت سے بھی وہ بہت خوش تھے؛ یہ خوشی آپ کی زندگی کے ہر زاویے سے چھلکتی ہے، ان کی زندگی پر ایک نظر ڈالنے سے ہی آپ واضح محسوس کریں گے کہ اپنی دنیوی زندگی پر وہ کس قدر مطمئن اور مسرور تھے اور اپنے رب کے اس احسان کے لیے اس کے سامنے شکر

گزاری کے احساس سے جھکے جاتے تھے۔کہ ان کے رب نے انہیں حزن و ملال سے نجات دی ہے اور انھیں مہلک بیماریوں سےپناہ میں رکھا ہے اور وہ خاندانی، جسمانی، روحانی اور جانی لحاظ سے محفوظ و مامون ہیں اور ہر طرح سے سکون اور خیر و عافیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین جمیل بیوی تھیں جو آپ سے محبت کرتی تھیں اور آپ ان سے محبت کرتے تھے اوروہ آپس میں پیار و محبت کے خوبصورت ترین جذبات کا تبادلہ کرتے تھے۔

اور آپ کی ایک پاکباز بیٹی اور اس کے دو صاحبزادے تھے جو آپ کے گل سرسبد تھے اور آپ اپنی تمام پدرانہ شفقت و محبت ان پر وار دیتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص دوست تھے:ابو بکر اورعمر رضی اللہ عنہما،جن کے ساتھ آپ اپنی زندگی کے دکھ درد بانٹ لیتے تھے۔آپ کی گفتگو میں اکثر یہی سننے میں آتا: میں،ابو بکر اور عمر اندر گئے، میں،ابو بکر اور عمر ادھر فلاں جگہ سے باہر نکلے،میں،ابو بکر اور عمر فلاں جگہ گئے۔۔

اور ان کا داماد تھا جو نسبی لحاظ سے بھی ان کے قریب تر تھے اور اس کا گھر بھی ان کے گھر سے بہت قریب تھا، آپؐ ان سے محبت کرتے تھے اور جانتے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالی بھی ملا اعلی میں انھیں محبوب رکھتا ہے؛ یعنی ابو الحسن علی بن ابی طالب۔

اور آپ کے نیک و وفادار داماد بھی تھے،جب وہ آپ سے بات کرتے تو سچ بولتے اور جب آپ سے کوئی وعدہ کرتے تو اسے پورا کرتے یہ تھے: عثمان بن عفان اورابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہما۔ اور ان کے راضی برضا اصحاب تھے جن کے نفوس کے تزکیے کی خاطرآپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے رب کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی:(فعلم ما فی قلوبہم فانزل

السکینۃ علیہم) ان کے دلوں کا حال اسے معلوم تھا اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو انعام میں قریبی فتح بخش دی۔[الفتح:18]

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں اور اپنے آس پاس والوں سے خوش و مطمئن تھے۔

آپ ؐ نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے کمالات کیے، آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی ان کاموں کی تکمیل، جسے اللہ نے آپ کے سپرد کیا تھا اور اپنے سب بڑے مقصد کا حصول یعنی لوگوں تک اللہ کے پیغام کو پہنچانا، اور ان کا جوق در جوق دین اسلام میں شامل ہونا۔

میرے لیے اس خوشی کا تصور بھی محال ہے جو مسجد نبوی میں لوگوں کی تعداد میں روزافزوں اضافہ، دائرہ اسلام کی توسیع اور لوگوں کو جوق در جوق دین میں داخل ہوتے دیکھ کر آپ ؐ کے دل میں موجزن رہی ہو گی۔

بلکہ میرے لیے تو یہ بھی ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جذبات کا تصور کر تے ہوئے اپنے احساسات کو بیان کر سکوں۔ جب وہ حجۃ الوداع کے موقع پراپنے ارد گرد جمع تمام جزیرہ عرب سے آئے لوگوں کو یک زبان ہو کر کہتے سن رہے تھے:: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا اور اپنے اوپر عائد کردہ ذمہ داری کو پورا کر دیا۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی اس بے پایاں نوازش کا کچھ حصہ تھا جس کی بابت اس نے ایک دن پیشنگوئی تھی:(ولسوف یعطیک ربک فترضی) اللہ تعالی آپ کو اتنا نوازیں گے کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔ [الضحی:5]

21: آپ دیکھیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کی لذتوں کو کشید کرتے، اس کی خوبصورتی کو محسوس کرتے، اس کے ذائقوں سے لطف اندوز ہوتے اورپھر ان سب نعمتوں

کے لیے خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔

پس ایک ایک گھونٹ جو آپ بھرتے اور ایک ایک لقمہ جو آپ تناول فرماتے، اس کے ذائقے کی لذت کو محسوس کرتے ہوئے خدا کا شکر بجالاتے۔: دعا کا عربی متن

(تعریف اللہ کے لیے ہے ایسی تعریف جو بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔ ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمارے لیے اسے کافی کر دیا اور ہمیں سیراب کر دیا اس حال میں کہ اس کی ذات کسی کی محتاج نہیں اور نہ ہی اس سے بے نیازی برتی جا سکتی ہے اے ہمارے رب۔ خدایا! بے شک تو نے ہی ہمیں کھلایا اور تو نے ہی ہمیں سیراب کیا اور تو نے ہی افزودہ کیا اور تو نے ہی فراہم کیا اور تو نے ہی ہدایت بخشی اور تو نے ہی زندگی عطا کی۔ تو اے ہمارے رب! سارا شکر تیرے ہی لیے ہے ہر اس چیز پر جو تو نے عطا کی۔۔

نیند سے بیدار ہونے پر وہ محسوس کرتے کہ ان پر اس نیند،کہ تھکی ماندی آنکھیں جس کی متمنی رہتی ہیں،کے ذریعے اللہ کا خاص فضل ہے۔ پھر خیر و عافیت اور ایک قسم کی نئی زندگی کے ساتھ یہ بیداری بھی اللہ کے فضل کا کرشمہ ہے تو اس پر اس کرم کرنے والے کے کرم کو یوں یاد رکھتے: عربی متن

((تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے))۔

اگرمعمول کے کھانے اور معمول کی نیند کے بعد، جسے عادت اور معمول سمجھتے ہوئے انسان نعمت سمجھنا چھوڑ دیتا ہے، آپ کی یہ کیفیت ہے تو کبھی کبھار ملنے والی کسی خاص نعمت اور پے در پے نوازشوں کی بابت آپ کا رویہ کیا ہو گا۔ یوں لگتا ہے کہ آپ ہر نعمت پر ٹھہر کر اسے ٹھیک طرح چکھتے اور اپنے اوپر اللہ کے فضل و کرم کو محسوس کرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ اپنے رب سے چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے: عربی متن

(اس اللہ کے لیے سب تعریفیں جس نے مجھ احسان کیا تو سب سے بہترین احسان کیا، اور تعریف ہے اس اللہ کے لیے کہ جس نے مجھے عطا کیا تو سخاوت سے عطا کیا، اور ہر حال میں ساری حمد اسی اللہ کے لیے ہے)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری توجہ کا رخ ان دیکھی بھالی چیزوں کی جانب موڑنا چاہتے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر ہم ان کی اہمیت کے احساس سے عاری ہو جاتے ہیں؛ پر سکون گھر، تندرست جسم اور رات کا کھانا، تو آپ فرماتے ہیں: وہ جس نے اپنے گھر میں محفوظ و مامون ہوتے ہوئے صبح کی، اس حال میں کہ اس کا جسم صحت مند ہو اور اس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو، تو گویا اسے دنیا جہاں کی نعمتوں سے نواز دیا گیا۔۔

تو خود آپ ؐ کا ان نعمتوں کا ذائقہ چکھنے پر کیا کیفیت ہوتی ہو گی اور اگر اس پر اور نعمتیں بھی مل جاتیں تو شکر کی کیفیت سوا ہو جاتی ہو گی۔!!

پس اپنے اندر نعمتوں کی موجودگی کو محسوس کرنا، ان سے حظ اٹھانا اور ان کو پاکر اللہ کی عظمت و کبریائی کو بیان کرنا خوشیوں کا دائرہ وسیع کر دیتا ہے۔ اور زندگی کو مزید خوشگوار اور پر سکون بنادیتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کا نفس ہی دینے والے رب کے سامنے اس کی عنایات پر شکر گزاری، اطمینان اور سکینت کا سب سے بڑا منبع ہے۔ یوں نعمتیں ثمر آور ہوتی ہیں اور زندگی کی وسعت، نئے پن اور رونق مین اضافہ ہو جاتا ہے۔

22: جب آپ رسول اللہ کے دن کے معمولات میں جھانکتے ہوئے آپ کی مصروف زندگی اور اس میں آپ کی جاندار کارکردگی کو دیکھتے ہیں تو آپ کے زندگی میں آنے والے بے حساب غم و آلام بھی دکھائی دیتے ہیں جن پر بعد ازاں آپ نے (برداشت کے ذریعے)قابو پا لیا: آپ کی زندگی کا آغاز ہی بچپن کی بار بار کی یتیمی سے ہوا،پھر بعثت کے بعد کی بے بہا تکالیف، محبوب ترین بیوی خدیجہ کی جدائی، بیٹوں کا چھن جانا اور زندگی میں صرف

بیٹیوں کا رہ جانا، اپنے پیارے وطن سے دوری اور اس سے ہجرت۔ میدان احد میں اپنے دوست احباب اور پیاروں کا صدمہ، واقعہ افک کی تکلیف، اور ان کے علاوہ آپ کی زندگی میں درآنےوالی ان گنت مصیبتیں اور پریشانیاں۔

اس سب کے ساتھ آپ کو منفی احساسات پر قابو پانے کی زبردست قدرت، زندگی کا نئے سرے سے آغاز کرنے کی بھرپور صلاحیت اور اس کے پل پل کو مثبت انداز میں گزارنے کی لیاقت حاصل تھی۔

اس کا اظہار آپ ان کی ساری زندگی کے ہر دن میں اس بھرپور انداز میں دیکھیں گے کہ کہہ اٹھیں گے: یہ تو اس شخص کی سوانح ہے جس نے کبھی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کیا اور نہ ہی ان پر کبھی کوئی آفت آئی ہے۔ میرے ماں باپ ان پر قربان ان کا معاملہ ایسا نہ تھا بلکہ وہ اپنی تکالیف پر قابو لیتے تھے اور انھیں ساتھ ساتھ نہ رکھتےتھے۔ لہذا زندگی کے ہر لمحہ کسی نئے منصوبے، نئے کامیابی اور نئی مسرت کے لیے وقف تھا۔ یہ ہر دم نیا روپ بدلتی رواں دواں زندگی تھی، یہ ایسی زندگی تھی جیسا اسے ہونا چاہیے تھا۔۔

23: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ا ن کے اصحاب کی زندگیوں میں انتہائی گہرا رسوخ ا ور ان کے ساتھ میل جول میں نہایت موثر کردار دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اسے یقین ہونے لگتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی زندگی میں رسول اللہ سے جڑا کوئی خاص وا قعہ، قصہ اور سرگزشت ضرور ہو گی:۔

رسول اللہ ؐ ہی ان کے نونہالوں کا زندگی کے سفر میں پہلے پہل استقبال کیا کرتے تھے، وہ انھیں آپ کی گود میں لٹاتے، اور جو پہلی پہلی گھٹی انھیں دی جاتی وہ آپ کے لعاب دہن اور برکت ہی گھٹی ہوتی تھی۔

صبح کی پہلی کرنوں کےساتھ ہی ان کے ملازم آپ کی جائے نماز پر ہجوم کر لیتے، اور آپ اپنا دست مبارک ان کے برتنوں میں (بغرض برکت) ڈالتے جاتے۔

ان کے بچے اور بچیاں آپ ؐ کو راستے میں ملتے تو آپ ان کے چہروں کو چھو کر ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے۔

ایک بچے کے چہرے پر آپ نے پانی کے چھینٹے مارے، اور ایک بچی کو اپنے ہاتھوں سے کپڑے پہنائے، اور ان میں سے ہر ایک کی زندگی میں ایک خوشگوا ر حسین یاد چھوڑ کر اسے منور کر دیا۔

جب ان سے ملتے تو اپنی روشن مسکراہٹ سے انھیں ہمکنار کرتے، اور ان کے ہاتھ آپ ؐ کے دست مبارک کی برکت اور خوشبو سے فیضیاب ہوتے۔

آپ ؐ کے مبارک قدموں کی چاپ ان کے گھروں کی دہلیز پر گونجتی اور آپ کے ہاتھ ان کے کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوتے۔آپ ؐ ان کی خوشیوں میں ان کے ساتھ شریک رہتے تو آپ کی وہاں موجودگی سے ان کی شادمانی میں اضافہ ہو جاتا اور خوشیوں کو چار چاند لگ جاتے۔، وہ اونٹ ذبح کرنے کی پر مسرت تقریب میں شرکت کے لیے آپ ؐ کو بلا لے جاتے، تو آپ وہاں آتے اور ان کے ساتھ مل کر یہ منظر دیکھتے اوران کے ساتھ (گوشت کا) انتظار کرتے۔

اہل حبشہ کے کھیل کی جانب مسجد میں انھیں رقص کرتا دیکھ کر متوجہ ہوتے اور ان کے فرحت و انبساط کو یہ کہتے ہوئے بڑھا وادیتے: کھیلو کھیلو۔ اے بنی ارفدہ!!۔

ان کے مریضوں کی عیادت کرتے،تو آپ کا ان کی جانب دیکھنا ان کی بیماری میں افاقہ کا باعث بن جاتا اور آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک ان کی تکلیفوں کو مٹا دیتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے، ان کے اہل وعیال کی قبروں پر کھڑے رہتے اور ان کے غموں پر آنسو بہاتے تھے۔

جب ان میں سے کوئی غائب ہوتا تو اس کے متعلق ان سے استفسار کرتے اور ان کے حالات سے آگاہ رہتے گویا آپ کی زندگی ان کی زندگیوں میں ضم ہو گئی تھی اور آپ نے اپنے برتاؤ اور ان کے ساتھ اپنی گھری وابستگی کے ذریعے ان کی زندگیوں کو منور کر دیا تھا۔اس طرح کہ پھر جب آپ ؐ کا وصال ہوگیا تب بھی آپ ان کی روح میں زندہ رہے، ان کے دلوں میں جاوداں رہے، ان کی آنکھوں میں روشن رہے،ان میں سے ہر ایک کے پاس آپ سے جڑی کوئی نہ کوئی انمٹ اور ناقابل فراموش یاد موجود تھی۔ کہ جب وہ آپ کے بارے میں بات کرتے تو یوں لگتا جیسے ان کے حاشیہ خیال میں آپ کا عکس ابھی تک تازہ ہو اور وہ ابھی ابھی آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔

"گویا میں (اپنے سامنے) انکی پنڈلیوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔"

"گویا کہ میں ان کی انگوٹھی کی چمک کو (اپنی آنکھوں سے)دیکھ رہا ہوں"۔

"گویا میں (ابھی بھی) ان کے سر کی مانگ کی خوشبو کومحسوس کررہا ہوں"۔

"ابھی تک مجھے ان کی ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے "۔

" تو ان کا ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا"۔

((کسی وقت مجھے یوں لگتا ہے کہ ان کے قدموں کی ٹھنڈک مجھے اپنی ہتھیلی پر محسوس ہو رہی ہے۔"..

24: رسول اللہ کے ایک دن کے مطالعے کا سفر ہمارے دلوں میں ان کی گہری محبت کو مزید بڑھا دیتا ہے؛اسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ؐسے محبت اور آپ کی تعظیم میں سب سے آگے تھے۔

کیونکہ جوں جوں وہ آپ کی زندگی کے مختلف زاویوں کو دیکھتے جاتے ان کے دلوں آپ کی محبت اور تعظیم اور گہری ہوتی چلی جاتی۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہر حوالے سے پرکشش اور جاذب نظر ہے،اگرچہ ہم آپ کی زندگی کے متعلق وہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے جسے صحابہ نے دیکھا لیکن ہم صحابہ کرام کی دیکھی اور سنی ہوئی مرویات (جن کی روایت ابھی تک جاری ساری ہے) کے ذریعے آپ کے بارے میں جان اور سیکھ سکتے ہیں۔ تاکہ ہمارے دل بھی آپ ؐ کی محبت سے یونہی معمور ہو جائیں جس طرح صحابہ کے دل آپ ؐ کی محبت سے لبریز تھے۔ آپ ؐ کے دن بھر کے معمولات میں لمحہ بہ لمحہ آپ کے ساتھ رہنا ہمارے دلوں میں حب نبی ؐ کے خزانوں کو الہامی وسعت سے ہمکنار کر دے گا۔ کیوں کہ آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ ان کے متعلق جتنی زیادہ واقفیت ہو گی ان کی محبت میں اس قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور جتنا زیادہ ان سے وابستگی کو بڑھایا جائے گا اتنا ہی ان کی زیارت کا اشتیاق بڑھتا چلا جائے گا۔

آپ ؐ کے بارے میں روایت کردہ خبروں نے میرے سامنے زمانے کے پردوں کو چاک کر دیا ہے اور یوں لگتا ہے میں اس میں بیان کی گئی خبر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، میں ان روایات کے ذریعے ان سے اتنی قربت محسوس کرنے لگا ہوں گویا میں انھی کی تجلیات میں ڈبکیاں لگا رہا ہوں، اور ان کے سانسوں کی خوشبو سونگھ رہا ہوں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان کے قریب جاؤں اور ان کے ہاتھ چوم لوں، ان کے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس کروں، اور

پورے دل سے ان کے سماعتوں تک یہ آواز پہنچاؤں: بخدا یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔

خدایا! ہم تمھارے نبی محمدؐ پر ایمان لے آئے ہیں، اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں، پس اے اللہ! قیامت والے دن ہمیں ان کی زیارت سے محروم نہ کرنا، اور حشر کے دن ہمیں انھی کے گروہ میں اٹھانا اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب فرمانا اور ہمیں ان کے حوض پر لے جانا،اور جنت الفردوس میں ہمیں ان لوگوں کے ہمراہ ان کی رفاقت نصیب فرمانا،جو نیکو کاروں، شہداء اور صدیقین میں سے جو لوگ تمھارے انعام کے حقدار ٹھہرے ہیں۔ اور ان کا ساتھ کیا ہی بہترین ساتھ ہے۔

'ے اللہ! جو کچھ آپ نے نازل کیا اس پر ایمان لے آئے اور ہم نے تمھارے رسول کی پیروی کی تو تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

(درود ابراہیمی)

کچھ اس کتاب کے بارے میں

1:اس کتاب کا خیال مجھے آج سے قریب بیس سال پہلے اپنے اور اپنے بھائی عبد العزیز ماجد رحمہ اللہ کے مابین ہونے والی گفتگو کے دوران آیا، درحقیقت اصل خیال انہی کا تھا۔ جس کے متعلق ان کی گفتگو کے یہ کلمات " رسول اللہ کا مکمل دن " اوراپنے ہاتھ سے اشارہ کرنا ابھی تک مجھے یاد ہے اس وقت وہ مدینہ کے ملازمین کا رسول اللہ کے پاس پانی لے کر آنے اور آپ ؐ کا ان کے برتنوں میں برکت کی خاطر ہاتھ ڈالنے کی بابت بات کر رہے تھے۔ وہ منظر اور وہ جملے ابھی تک میرے ذہن میں تازہ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ وقت اور وہ جگہ بھی مجھے اتنی اچھی طرح یاد ہے گویا یہ ابھی کی بات ہو۔ اللہ نے ان کے اس علم کو ان کے بعد قابل نفع بنا دیا۔ جس کے لیے میری طرف سے اللہ انھیں ایسی بہترین جزا دے جیسا ایک بھائی اپنے بھائی کو دے سکتا ہے۔

2:اس تمام عرصے میں یہ خیال میرے ذہن میں پلتا رہا، میں اس کے لیے متعلقہ مواد جمع کرنے اور اسے درست سیاق وسباق میں رکھنے اور ترتیب دینے کی تگ و دو میں لگا رہا۔ پھر اسے ایک مختصر کتابچے " رسول اللہ کے دن بھر کے معمولات " کی شکل دے کر اپنے ان اساتذہ اور بھائیوں کو بھجوا دیا جن کے لیے میں نے کتاب کے مقدمے میں شکریہ کے کلمات ادا کیے ہیں۔

ان دوستوں کے مشوروں، تصحیحات اور مشاہدات سےمیں نے جتنا بھی استفادہ کیا وہ اس کتاب کی ضخامت اور اس میں پیش کردہ مواد سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے

بہترین جزا اور بدلہ عطا فرمائے۔

3:اس کتاب کا مقصد: نبی ؐ کے ایام حیات کا ایک مربوط اور مکمل منظرنامہ پیش کرنا ہے، تا کہ ہم ان کے روزمرہ معمولات میں سے قابل تقلید پہلوؤں کا اس ارشاد باری تعالی کے مطابق اتباع کر سکیں: {لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنة (بلاشبہ رسول اللہ کی زندگی میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے) }۔ اور آپ کی زندگی سے اپنی زندگی سنوارنے کے لیے اصول اخذ کر سکیں۔ لہذا ہم یوم نبوی اور حیات مبارکہ کے وسیع افق اور جامع مطالعے کے اس سفر کے دوران انسانی تجربات کی بہت سی مشترکات کو دیکھیں گے جس میں ایک انسان بطور نمونہ دوسرے انسان کو اپنی بشری اور حقیقی کیفیت میں بلند ترین معیار پر فائز دیکھ سکتا ہے۔ " قل سبحان ربي هل كنت الا بشرا رسولا"(الاسراء:93) (کہہ دیجیے پاک ہے میرا رب، کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا بھی کچھ ہوں)

4:زیادہ تر کتب سیرت کی تالیف میں تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھا جاتا ہے، سو وہ قاری کے سامنے آپ کی زندگی کوتاریخی اعتبار سے پیش کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب سیرت نبوی کو پیش کرنے کا اس سے بالکل انداز ہے یعنی آپ ؐ کے روزمرہ معمولات کا مطالعہ جو پڑھنے والے کے سامنے آپؐ کی زندگی کی روٹین پیش کرتا ہے۔ ظاہر ہے ہمیں ان دونوں زاویوں اور ان کے ساتھ کئی دیگر پہلوؤں سے سیرت کے مطالعے کی ضرورت ہے۔ اوراگر حیات نبوی کی وسعت اور آپ ؐ کے کمالات کی ضخامت کو پیش نظر رکھیں تو سیرت کو پیش کرنے کے اس طرح کے کئی اور بلکہ اس سے الگ بھی بہت سے اسالیب کی گنجائش نکل آتی ہے۔

:5 آپ کے یومیہ معاملات کے یہ تمام واقعات ایک ہی دن میں وقوع پذیر نہیں ہوئے بلکہ ضروری نہیں کہ جو کام ایک دن ہوا ہو وہ باقی تمام دنوں میں بھی ہوتا رہا ہو، لیکن بحیثیت

مجموعی انھیں دیکھنے سے آپ ؐ کے یومیہ معمولات کی جو قریب ترین صورت بنتی ہے وہ یہی ہے جسے یہاں پیش کیا گیا ہے۔

6:آپ کے اس روزمرہ پروگرام کا انحصار جن روایات پر کیا گیا ہے ان میں سے بعض روایات بذات خود حتمی اور یقینی طور پر دن کے اوقات کار کا تعین کرتی ہیں جبکہ بعض ایسی بھی ہیں جن میں وقت کی تحدید کچھ دیگر قرائن اور دلائل کی بنیاد پر کی گئی ہے جو اپنی قوت و ضعف اور ظاہری اور مخفی حیثیت کے اعتبار سے باہم متفاوت ہو سکتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے یہ تحقیق و اجتہاد سے متعلقہ موضوع ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ہر خبر (روایت) اس کے سیاق و سباق کے مطابق، اس موضوع کی باقی مرویات سے تقابل اور موازنہ کرنے کے بعد زمانی اعتبار سے درست جگہ پر رکھوں اور اس کا موازنہ اس کے نظائر سے کروں، لیکن کوشش میں کمی کوتاہی ہو سکتی ہے، اور اجتہاد میں غلطی کا امکان موجود رہتا ہے لیکن میرے بس میں کوشش کرنا ہی تھا اور اس میں، میں نے کمی نہیں چھوڑی۔

7: میں نے حتی الامکان صحیح نصوص (روایات) کے انتخاب کی کوشش کی ہے، اور ایسی روایات و احادیث جن کی سند میں ضعف لیکن متن میں کوئی نقص نہیں تھا انھیں میں نے صحیح روایات کے تتمہ کے طور پر پیش کیا ہے کبھی اس لیے کہ ایک ہی موضوع کی مختلف روایات جب ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں تو ان میں پائی جانے والی صحت و ضعف اور نقص وغیرہ کے مقامات کا زیادہ آسانی سے پتا لگایا جا سکتا ہے اور کبھی ان کی اسناد میں موجود ضعف کو بعض دیگر روایات سے ملنے والے شواہد کو دیکھتے ہوئے جن سے اس کے معانی کو تقویت پہنچتی ہو اور کبھی اس وجہ سے کہ روایات کا سیاق اس کا تقاضا کر رہا تھا۔ وغیرہ

8: جب میں کسی خبر کو خاص سیاق میں بیان کرتا ہوں، تو اس کو اس موضوع کی کسی ایک روایت تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کے متعلق روایات کےمجموعے میں سے ان مرویات کو

منتخب کرتا ہوں جو سیاق کو مربوط کرنے کے لیے زیادہ موزوں ہوں اسی لیے میں ہرپیرا گراف میں موجود کسی ایک نص کو مصادر حدیث کے مجموعے سے منسوب کرتا ہوں جس کا سیاق ان تمام روایات کے مجموعے سے ماخوذ ہو چاہے ویسے ان کے مابین بہت بعد پایا جاتا ہو۔

9: میں کسی واقعے یا بات کو بیان کرتے ہوئے اسے روایت کرنے والے صحابی کے الفاظ کا التزا م نہیں کرتا، اگرچہ اس ضمن میں تحقیق کی حتی الامکان کوشش کرتا ہوں لیکن ان الفاظ میں اتنا تصرف کر لیتا ہوں جتنا انھیں باقی متن کے ساتھ مربوط رکھنے کے لیے ضروری ہو اور جو انھیں بیان کیے جانے والے واقعات کے تسلسل میں پرودے۔البتہ جہاں تک کسی روایت میں نبی ؐ کے اپنے بیان کردہ الفاظ کا تعلق ہے تو انھیں میں ہو بہو بیان کرنے کا التزام کرتا ہوں اور ان میں کسی قسم کا تصرف نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ بہت سی روایات میں سے انتخاب پیش کروں یا انھیں باہم ملا دوں تا کہ ان سب میں سے جامع اور کامل ترین عبارت کو ماحصل کے طور پر پیش کر دیا جائے۔

10:میں ہراس شخص کا شکر گزار اور اس کے لیے دعاگو ہوں جس نے اس کتاب کو دیکھنے کے بعد کسی بھی طرح مجھے اپنے تبصرے سے نوازا ہے۔ چاہے اس میں موجود کسی نقص کی نشاندہی کر کے یا اس میں موجود کسی کمی کی طرف اشارہ کر کے یا اس کی کسی غلطی کی تصحیح کر کے۔ بے شک علم اس کے چاہنے والوں کا مشترکہ اثاثہ ہےایک شخص کا وجود اپنی ذات کےلیے کم اور اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے زیادہ ہوتا ہے، اور ہمارے نصیب میں لکھے جانے والا ہر علم ہمیں ہمیشہ اپنے خالق کا یہ قول یاد دلاتا ہےوَمَآ أُوْتِيْتُـمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًااور تمھیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔الاسراء:85]

مخلص:

عبد الوھاب بن ناصر الطریری

فہرست موضوعات

انتساب 1

اظہار تشکر 3

پیش لفظ 4

تجلیاتِ فجر 7

صبحِ نبوی 17

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں 25

بازار وں کا گشت 37

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقاتیں 43

مریضوں کی عیادت 53

مدینہ کے باغوں میں 56

وقفہ برائے قیلولہ 59

جانبِ قباء 66

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سہ پہر اور شامیں 68

بوقت عصر 76

غروب آفتاب کے بعد 83

نماز عشاء 90
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راتیں 93
شب بیداری 100
آخری پہر کے معمولات 110
سحری کی جھپکی 114
رسول اللہ کے دن بھر کے معمولات: ایک جائزہ 115
کچھ اس کتاب کے بارے میں 136

رسول اللہ کے یومیہ معمولات

یہ کوئی معمول کا دن نہیں تھا جو صبح شروع ہو اور شام کو ختم ہو جائے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور سرگرمی کے باعث محسوس ہوتا تھا کہ ہر لمحہ گویا ایک نئی ابتدا ہے۔ آپ موقع کو غنیمت جاننے والے اور ہر لمحے کی قدر کرنے والے انسان تھے۔ نبوت کی فطرت یہ سمجھتی تھی کہ منٹ کا حساب ہے اور اس کا اپنا حاصل ہے۔۔ گھنٹے کا حساب ہے اور اس کا اپنا حاصل ہے۔۔۔ دن کا حساب ہے اور اس کا اپنا حاصل ہے۔۔۔ اور موت اپنے خیمے زندگی کی حدود کے کنارے گاڑے کھڑی ہے۔

ان صفحات میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح و شام گزاریں گے، آپ کے ساتھ مدینہ کے بازاروں میں چلیں گے، آپ کے سادہ کھانے میں سے کھائیں گے، بطور معلم آپ کی شفیق آواز سنیں گے اور نماز میں آپ کی رقت آمیز تلاوت سنیں گے، اسی سادہ چٹائی پر بیٹھیں گے جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے، اور آپ کے اس تھوڑے سے کھانے میں سے کھائیں گے جسے آپ ایثار کرتے ہوئے دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔

آپ صحابہ کرام کے بیان سے گویا آپ کے گھر میں داخل ہو سکتے ہیں۔۔ آپ کو پرسکون سوتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں اور زندگی سے بھرپور بیٹھے ہوئے بھی، اور شاید آپ کی گود میں کوئی دودھ پیتا بچہ اور آپ کی پیٹھ پر سوار کوئی ننھا بچہ بھی نظر آئے جو آپ کی برکت و محبت سے فیض یاب ہو رہا ہو۔

تو پھر یہ عظیم انسان، یہ کریم نبی، اپنی بشری فطرت اور اپنے مشنِ رسالت کو کیسے نبھاتے تھے؟!

وہ روز و شب کے اس چکر سے کیسے نمٹتے تھے؟!

اور اپنا دن کیسے گزارتے تھے؟!

یہ ہے نبی کا دن، رسول کا دن، انسان کا دن، ذمہ دار کا دن، باپ کا دن، شوہر کا دن اور دوست کا دن۔۔ یہ ہے "رسول اللہ کے یومیہ معمولات"، اور یہ کتاب اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔۔

عبدالوہاب بن ناصر الطریری

تصميم الغلاف: 8 فن للاتصال. huit.fen@gmail.com

9 786057 131959